ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۱ مئی ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین، لاہور
ڈیڑھ روپیہ

حدیث اور معاشرت

ترجمہ — محمد منصور الزماں صدیقی

کمزوروں کی امداد

تم کو صرف تمہارے کمزوروں کے سبب مدد دی جاتی ہے، اور رزق دیا جاتا ہے۔ (بخاری)

والدین کی خدمت

ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی۔ ہاں۔ ارشاد فرمایا کہ تو ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کر۔ (بخاری)

تین باتوں کا حکم

فرمایا (۱) قیدی کو رہا کرو (۲) بھوکے کو کھانا کھلاؤ (۳) مریض کی عیادت کرو۔ (بخاری)

سات باتوں سے بچو

سات باتوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں:- ۱۔ خدا کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی (جہاد) کے دن جنگ سے بھاگنا (۷) بے خبر پاکدامن مومن عورت پر تہمت لگانا۔ (بخاری)

خودکشی حرام ہے

جو شخص جس طرح اپنی جان لے گا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جس نے گلا گھونٹا یا پھانسی لگائی وہ ہمیشہ گلا گھونٹتا رہے گا۔ جس نے زہر کھایا، وہ ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے تیز دھار آلہ سے خودکشی کی وہ ہمیشہ ایسے ہی آلہ سے اپنے پیٹ پر زخم لگاتا رہے گا۔ (مفہوم بخاری)

صدقات کی پرورش

جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک چھوہارے کے برابر بھی صدقہ (خیرات) دیتا ہے تو اس کو خدا اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لئے پرورش کرتا ہے۔ جیسا کہ تم اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

صدقات

اوپر والا ہاتھ (یعنی صدقہ دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والا) سے بہتر ہے اور صدقہ کی ابتداء اس شخص سے کرو جو تمہارے عیال اور کنبہ سے ہو اور بہترین صدقہ وہ ہے جو ضرورت سے زیادہ مال سے نکالا جائے۔

توکّل علی اللہ

جو شخص سوال سے بچے گا۔ اللہ اس کو بچائے گا اور جو شخص بے پروا رہے گا (یعنی سوال نہیں کرے گا) تو اللہ اس کو بے پروا کر دے گا۔ (یعنی اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی اور سوال کی نوبت نہیں آئے گی۔ (بخاری)

مومن کی پہچان

اس وقت تک کوئی سچا اور کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ (بخاری)

شرم وحیاء

ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری)

ڈاکٹر اسرار احمد کا

استعفیٰ

۱۹۷۷ء کے الیکشن کے نتائج سبوتاژ ہوتے تو قومی اتحاد نے تین دن بعد ہونے والے صوباتی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا اور پھر چند بعد تحریک شروع کر دی۔ چندے بعد اس تحریک پر مذہبی رنگ غالب آگیا اور اس تحریک کا نام تحریک نظامِ مصطفیٰ (؟) قرار پایا۔ تحریکی قافلہ آگے بڑھا تو اس وقت کے وزیر اعظم نے اتحادی قیادت کو باہمی گفتگو کی دعوت دی ـــــ اس گفتگو کا جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ملک مارشل لاء کا شکار ہو گیا۔ ۱۹۵۳ء کے جزوی مارشل لاء سمیت یہ ملک کا چوتھا مارشل لاء تھا گویا ملک کی ۳۵ سال کی عمر میں ۴ مارشل لاء۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مارشل لاء حکومت کے سربراہ نے قومی اتحاد کو معاونت کی دعوت دی۔ اتحاد کی دو جماعتیں "ملاءِ اعلیٰ" کے "ملکوتی اشاروں" کی بنیاد پر اتحاد سے الگ ہو چکی تھیں۔ ایک جماعت نے اتحاد میں رہنے کے باوجود حکومتی شرکت پسند نہ کی باقی جماعتیں شریکِ اقتدار ہو گئیں ـــــ خدام الدین کے صفحات گواہ ہیں کہ ہم نے اس رویہ پر احتجاج کیا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا؟ اس احتجاج کی جو سزا ہمیں ملی اور اب تک مل رہی ہے وہ جمہوریت نوازوں کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے ـــــ جو لوگ بغیر اقتدار کسی کارکن کا احتجاج برداشت نہیں کر سکتے انہیں اقتدار ملا تو وہ کیا کریں گے؟

یہ دور لد گیا قومی اتحاد حکومت سے الگ ہوا تو کہا گیا

کہ دو باتیں ہمارا مقصد تھیں اسلامی نظام کا نفاذ، سو حدود کے نفاذ سے اس کی ابتدا ہو گئی، اور جمہوریت کی بحالی، الیکشن کی تاریخ کے اعلان سے وہ قلعہ بھی سر ہو گیا لہٰذا اب ہمارے شریک رہنے کا کوئی جواز نہیں ——— اسلامی نظام کے نفاذ کی بات قسطوں میں (؟)

یہ وہ معیبت غلطی جس پر کئی بار گفتگو ہو چکی اور پھر پہلی قسط کے طور پر حدود کا نفاذ ——

ع "ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے"

رہ گیا جمہوریت کی بحالی کا مسئلہ تو مادر پدر آزاد برطانوی جمہوریت کے لئے اتنی دلچسپی! فیا للعجب ——— پر افسوس کہ وہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی — اور انتخابات ملتوی ہو گئے۔ اس کے بعد باہمی بُعد کا دور شروع ہوا بات اس حد تک بڑھی کہ حکمرانوں کے عقائد زیر بحث آنے لگے۔ نئے اتحاد کے لئے سوچ و بچار شروع ہوئی اور اس کے لئے یار لوگ کوچۂ رقیب میں سر کے بل چل کے گئے۔

"اپنے اپنے حوصلہ کی بات ہے"

حکمرانوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے شوریٰ کی داغ بیل ڈالی اور ۱۸۵۷ء سے لے کر اب تک ہر حکومت کی ناک کا بال بننے والے "خاندانی افراد" کو اس میں لے لیا گیا (اِلّا ماشاءاللہ)

ے ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

ے سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوب سلطان و امیر
(اقبال)

نتیجہ سامنے آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب مستعفی ہو گئے ان کے استعفیٰ کی تفصیلات پریس میں آ چکی ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ——— صاحب کا فرمانا کہ "آپ کا ضمیر مطمئن نہیں تو ٹھیک ہے ——— گویا آنجناب کا ضمیر مطمئن ہے۔

حالات جن نتائج کی چغلی کھا رہے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب فارغ ہو گئے۔ ان سے لاکھ اختلاف ہو خود ہمیں بھی ہوگا لیکن بہر طور وہ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہمیں احساس تھا کہ خدمتِ قرآنی متاثر ہوگی اب الحمد للہ وہ آزاد ہیں ہم انہیں مبارک کہتے ہیں اور دعا گو

(باقی ۲۵ پر)

عورت کی ذمہ داری

(اقبال کی نظر میں)

ایک مرتبہ کہنے لگے کہ "جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے جنہیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریقِ کار یقیناً غلط ہوگا۔ مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرہ کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔"

(روزگار فقیر صـ ۶۶ مطبوعہ ۷ اپریل ۱۹۶۶ء)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: خالد سلیم

سچا مسلمان بننے کیلئے جہاد بہت ضروری ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ - (سورہ الحج آیت ۷۸)

ترجمہ: "اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسی کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت"۔

یعنی اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درستی پر لانے کے لئے پوری کوشش و محنت کرو۔ دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لئے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت و سعی برداشت کی جائے کم ہے۔ لفظ "مجاہدہ" میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی اور بدنی کوشش شامل ہے۔ نماز، روزہ اور دوسری عبادات میں ہرگز کوتاہی نہ ہونے پائے اور اللہ کے فضل اور رحمت پر اعتماد رکھو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۳ سالہ مکی زندگی میں اسلام کے پھیلاؤ کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اور بے انداز تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہر ظلم اور تکلیف کے جواب میں صرف "اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" کی تلقین فرمائی گئی۔

آج اسلام کی اشاعت اور قرآن کو اپنے آپ پر جاری ساری کرنے کی کوشش کا نام "جہاد" ہے۔ قرآن کے احکامات کے مطابق زندگی گذارنے میں معاشرتی زندگی میں کسی تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو "صبر و صلوٰۃ" سے اللہ کی مدد اور نصرت حاصل کرو ان کی مداومت سے تمام امور تم پر سہل کر دئیے جائیں گے۔

ایمان نام ہے تصدیقِ قلب کا اور تصدیقِ قلب اللہ کے فضل سے نصیب ہوتی ہے۔ زبردستی اور ڈنڈے سے مسلمان نہیں بنتا، بلکہ منافق بنتا ہے۔ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دولتِ ایمان سے نوازے اور آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین!

اللہ کا فرمان ہے کہ تم ہی دنیا میں کامیاب ہوگے اور دشمن پر غالب رہوگے اگر تم سچے مسلمان ہوگے ——— سچے مسلمان بننے کے لئے رمضان کے پورے روزے رکھنے کی ضرورت ہے، سچے مسلمان بننے کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی بہت ضروری ہے، سچے مسلمان بننے کے لئے ۵ وقت نماز کی ضرورت ہے سچے مسلمان بننے کے لئے رزقِ حلال کی ضرورت ہے اور ہر برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کی سعی اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اور یہی جہاد ہے۔

۶ مئی شہدائے بالاکوٹ کی شہادت کا دن ہے ——— جب ہندوستان میں اسلامی حکومت زوال پذیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہؒ کو پیدا فرمایا۔ اور قرآن و حدیث

(باقی ۲۵ پر)

خطبہ جمعہ
انضباط و ترتیب : علوی

سیرتِ نبوی قرآنی

دعوتِ اسلامی

اور ــــ اس پر لبیک کہنے والے خوش قسمت

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (توبہ) صدق اللہ العلی العظیم

محترم حضرات و معزز خواتین !

رسول کریم علیہ السلام کی دعوت کے رد عمل کے سلسلہ میں کئی دن سے گفتگو جاری ہے۔ مشرکینِ مکہ، یہود مدینہ، نصارٰی نجران، منافقین کے ذکر کے بعد اس خوش قسمت اور سعادت مند جماعت کا ذکر ہوا جس نے انکار و مخالفت کے بجائے تسلیم و رضا کا رویّہ اختیار کیا۔ اسی سلسلہ میں کچھ مزید گذارشات ہنوز باقی تھیں کہ یوم مئی کی مناسبت سے درمیان میں اس عنوان پر خطبہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے صحبت امروزہ میں پیکرانِ تسلیم و رضا کے سلسلہ میں مزید تفصیلات پیشِ خدمت ہیں :-

سب کچھ قربان

جو آیت کریمہ آپ نے سماعت فرمائی اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہ حضرات اتنے مخلص اور ایسے جانباز تھے کہ انہوں نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا، اور یہی بندہ مومن کی شان ہے۔ انہوں نے ترک وطن کی صعوبتیں برداشت کیں، جہاد و قتال کی پُر خار وادی سے گذرے اور مال چھوڑ اپنی جانوں کا نذرانہ بھی اللہ کے حضور پیش کرنے سے گریز نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایثار و قربانی کے صلہ میں انہیں یہ تمغہ بخش کر فرمایا ــــ کہ بھلائیاں ان کا مقدر ٹھہریں، اور فلاح و کامیابی انہیں نصیب ہوئی۔ اسی تمغہ کے سبب "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھنا اس جماعت کے فرد کا حق بنا اور اس سے انحراف جرم۔ مزید سورۂ انفال میں ترکِ وطن کرنے والوں کے ساتھ مدینہ میں ان کی امداد کرنے والوں کے لئے یوں ارشاد ہوا کہ یہی تو پکے مومن ہیں اور ان کے لئے مغفرت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ روزی ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت میں "ساعة العسرة" یعنی تکلیف و پریشانی کے شدید عالم میں سب کچھ تج کر دنیا کی دو بڑی میں سے ایک حکومت کے مدمقابل نکل کھڑا ہونا معمولی درجہ کی بات نہ تھی۔ اور قدرتی طور پر حالات کی سنگینی کے پیشِ نظر ذرا سا ان حضرات کے دلوں میں تزلزل بھی پیدا ہوا لیکن ان کے مربّی حقیقی اور مصائب و مشکلات میں ہاتھ تھامنے اور سہارا دینے والے علیم و خبیر خدا نے انہیں سنبھالا دیا اور

فرمایا لقد تاب اللہ کہ اللہ نے نہ صرف نبی کریم علیہ السلام بلکہ ان کے رفقاء چاہے مہاجر ہوں یا انصارؓ سب پر شفقت و توجہ مبذول کی ــــ غور کریں تو یہ سب عزتیں جو اللہ کی طرف سے نصیب ہو رہی ہیں ان کا سبب ان حضرات کی جاں سپاری و جانفروشی ہے۔ اب یہ لوگ اللہ کے نزدیک اتنے محبوب و مکرّم قرار پائے کہ ان کے ساتھ ساتھ نیک کرداری میں ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی فوز و فلاح کا تمغہ ملا۔ والذین اتبعوھم باحسان کا یہی مفہوم ہے۔ اس کے بعد رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا فرمانا ــــ اور آیت کے آخر میں ذالک الفوز العظیم وہ اعزاز و تمغہ ہے کہ سبحان اللہ!

بدوی مسلمان

مخالفین اسلام کی طرح خدام دین بھی شہری و دیہاتی کی تقسیم میں منقسم تھے اور یہ قدرتی سی بات ہے کہ شہریوں میں تہذیب و شائستگی زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت دیہاتیوں کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کی کیفیات سے واقف ہیں وہ ان مخلص دیہاتیوں کو جو اپنی سادگی و بے نفسی سے اپنا مال لئے لئے پھرتے ہیں کہ سرکار دو عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) قبول فرمائیں اور ہمیں قرب خداوندی نصیب ہو اس کو ذکر کیا اور ان پر ہونے والے انعام کا تذکرہ۔ سورۂ توبہ میں ہے :-

"دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسولؐ کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں کے گھر میں ضرور داخل کرے گا، کہ وہ غفور و رحیم ہے۔"

مسجد نبوی جیسی بابرکت مسجد میں ان کی نمازوں کا ذکر ہے اور اس طرح کہ ان حضرات کی پاک طینتی کا ذکر کیا ــــ سچ پوچھیں تو ترک وطن کا مسئلہ اتنا اہم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں تنہا اسی پر صحابہ کرامؓ کی بلند مرتبی کا ذکر کیا اور فرمایا :-

"جنہوں نے للہ اپنا گھر چھوڑا اور ان پر ظلم ہوا ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔"

حکومت کے بعد

اس مظلوم جماعت کی تعریف سورۂ حج میں اس طرح کی کہ آج کے مظلوموں کو اگر ہم نے اجازت دے دی تو یہ ظالم نہیں بنیں گے، فسق و فجور کے پرچارک نہیں بنیں گے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوہ ہوگا۔

قرآن مجید کی اس پیش خبری کا عملی ظہور خلافت راشدہ کا مقدس دور ہے اور مسلمان قوم کے بڑے بڑے دشمن اس لازوال حقیقت کو نہیں جھٹلاتے۔

مصائب میں ان کا کردار

قرآن نے سورۂ احزاب میں ذکر کیا کہ مصائب میں یہ لوگ ہراساں نہیں ہوتے، خوف زدہ اور پریشان نہیں ہوتے بلکہ منشاء الٰہی سمجھ کر ہنسی خوشی سب برداشت کر لیتے ہیں ــــ یہ جنگ احزاب کا ذکر ہے اس میں کفار و مشرکین کا متحدہ محاذ مسلمانوں کے مدمقابل تھا لیکن وہ اس سے خوف زدہ کیوں ہوتے وہ تو اسے منشاء ربانی سمجھ کر اپنے ایمانوں میں اضافہ کا باعث سمجھ رہے تھے۔

احزاب کے ساتھ ساتھ صلح حدیبیہ کا نازک مرحلہ نظر میں رکھیں حالات مسلسل پریشان کن رُخ اختیار کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ ایسے ہیں کہ درخت تلے بیٹھ کر اپنے

نبی کے دستِ اقدس پر بیعت جہاد میں مشغول ہیں اسی بیعتِ رضوان و بیعت شجرہ کا ذکر سورۃ فتح میں ہے اور گویا ان کی جانثاری کا بہترین ثبوت اور پھر اسی سے متصل ایک قریبی فتح کی خوشخبری ہے۔

اخلاق و روحانیت کی بلندی

سورۂ حشر میں ہے کہ یہ لوگ ذاتی ضرورتوں کے باوصف دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گویا اخلاق و روحانیت کی ایسی بلندی انہیں نصیب ہوئی کہ "ایثار" ان کا شیوہ ہو گیا اور فتح مکہ کے بعد جب فتوحات کا سلسلہ عام ہو گیا تو سوچا جا سکتا تھا کہ آج اور کل کی نیکی یکساں ہو گی لیکن خدائے عادل و قدیر نے سورۂ حدید میں فرمایا۔ بھوک اور افلاس کے عالم میں خرچ کرنا آج خوش عیشی کے دور میں خرچ سے بہر طور بڑی نیکی ہے۔ اور دونوں قسم کے لوگ اپنے مراتب کے لحاظ سے برابر نہیں ہو سکتے گو کہ کلاً وعد اللہ الحسنیٰ وعدہ بھلائی سب سے ہے لیکن فرق مراتب ضرور ہے۔

محترم حضرات! اصحاب محمد علیہ السلام کی طرح کسی نبی کے احباب و رفقاء کا ذکر قرآن نے یا کسی پچھلی کتاب میں نہیں لیکن بعض انبیاء کے احباب کا جو سرسری ذکر ہے اس کا اصحاب محمدؐ سے موازنہ کریں تو بقول عبدالماجد دریا آبادی مرحوم بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ آپؐ کی شخصیت جس طرح اپنے ذاتی فضائل و کمالات کے ساتھ نوع بشری میں مثالی ہوئی ہے اسی طرح اپنے صحابیوں کے اخلاص، ایثار اور فدائیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں ایک بالکل امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اے کاش کہ وہ شان ایمانی، وہ جذبۂ حریت و صبر و استقامت اور وہ فدائیت و ایثار کا انداز ہمارے اندر پیدا ہو جائے بالکل اس طرح نہیں تو اس کا کچھ ہی حصہ نصیب ہو جائے تو بات بن جائے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے کرم سے غلامان محمدؐ علیہ السلام کے خلوص و اخلاص سے نوازے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب جعفر شاہ ندوی مرحوم

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک قدیم فاضل علامہ محمد جعفر شاہؒ پھلواری علمی دنیا میں منفرد مقام کے حامل تھے گذشتہ دنوں کراچی میں انتقال کر گئے تو ہمارا قومی پریس اس طرح خاموش رہا گویا کچھ ہوا ہی نہیں ——— افسوس کہ ہمارے یہاں نہ اہل علم کی قدر ہے اور نہ ان کی علمی تخلیقات کی۔ بلکہ پھلواری مرحوم جیسے لوگ جو علمی طور پر کسی بات سے اختلاف کرتے ہیں یار لوگ ان کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اہل علم ان چیزوں سے بالا ہوتے ہیں۔ ماہنامہ "تذکرہ" لاہور کی اشاعت مجریہ جولائی اگست ۱۹۷۱ء کے شکریہ کے ساتھ آپ کی ایک تقریر اس اشاعت میں پیش کی جا رہی ہے جو انہوں نے شام ہمدرد کراچی میں ارشاد کی۔

اس تقریر کی طرف توجہ دلانے پر ایڈیٹر تذکرہ جناب حکیم آزاد شیرازی اور پرچہ فراہم کرنے پر جناب عبداللطیف بٹ کے ہم ممنون ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ اگر کسی کو کسی بات سے اختلاف ہو تو اس کا علمی انداز میں تعاقب کریں نہ کہ روایتی طریق سے ——— جو اہل علم کے شایان شان نہیں

(ادارہ)

اسلام اور تصوّرِ ملکیّت

جناب شیخ الفاضل علامہ شاہ محمد جعفر ندوی پھلواری مرحوم

میں جناب حکیم محمد سعید صاحب کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ آج انہوں نے مجھے شام ہمدرد میں ہمدردانِ قوم سے خطاب کرنے کی عزّت بخشی ہے اور اس سے زیادہ شکرگزار اس بات کا ہوں کہ جناب حکیم صاحب نے کھل کر بات کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

آج کا عنوانِ گفتگو "آزادیٔ پاکستان" ہے جو بظاہر ایک مبہم سا عنوان نظر آتا ہے۔ جس کے بہت پہلو ہیں — ہم اس وقت جس پہلو پر عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا ملکِ پاکستان بظاہر تو آزاد ہے، لیکن ہم اہل پاکستان ابھی تک آزاد نہیں ہو سکے ہیں۔ اس لیے کہ قیام پاکستان کی غرض و غایت تھی ایک اسلامی ریاست کا قیام۔ محض ایک ریاست یا ایک مسلمان ریاست قائم کرنا اس کا مقصد نہ تھا۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد حامل اسلام ہونا خود ہمارا کام تھا۔ خواہ وہ عوام ہوں یا اربابِ حکومت۔

قائدِاعظم نے جو تین اصول دیئے تھے وہ ہیں ایمان، اتحاد، تنظیم۔ یہ عین اسلامی ہی اصول ہیں۔ قائدِاعظم نے تو صرف ادھر متوجہ کیا تھا۔ یہ اُصول صرف قیامِ پاکستان تک کے لیے نہ تھے۔ اسکے بعد بھی یہ ہمارے لیے ضروری، بلکہ زیادہ ضروری ہیں، لیکن ہم پہلے ہی قدم یعنی ایمان کے معاملہ میں پیچھے رہ گئے۔ اتحاد اور تنظیم میں پیچھے اس لیے رہ گئے کہ دونوں اصول بھی درحقیقت ایمان ہی کا لازمی تقاضا ہیں۔ ایمان و اسلام اسی وقت وجود میں آتا ہے جب کفر و شرک کے تمام عناصر سے دل و دماغ کو آزاد کر لیا جائے۔ اہلِ پاکستان محض سیاسی آزادی حاصل کر کے آزاد نہیں ہو سکتے جب تک کفر و شرک کی تمام آلائشوں سے آزادی نہ حاصل کر لیں۔

ایمان تو کفر و شرک کے تمام رشتوں کو کاٹ ڈالتا ہے اور تمام قسم کے بتوں کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیتا ہے۔ لیکن ہم نے ان تمام بُتوں کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ یہ بت دو طرح کے ہیں۔ ایک پرانا اور ایک نیا۔ نئے بتوں میں سے علامہ اقبال ایک بُت کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

کیا یہی وہ بُت نہیں جسے ہم سینے سے لگائے ہوئے ہیں؟ کیا یہ وطنیّت ہی کا بُت نہیں تھا جس نے ہزاروں ہم مذہب تارکانِ وطن کو مشرقی پاکستان میں بے دریغ تہ تیغ کرایا اور ہماری فوج کو بروقت صحیح اور راست اقدام کرنا پڑا۔ اگر مسلمان قوم بننے کی بجائے بنگالی، سندھی، سرحدی بلوچی اور پنجابی قوم بننا تھا تو اس سے وسیع تر ہو کر ہندوستانی قوم بننے میں کونسی شرم دامنگیر تھی۔ اور پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہماری نوزائیدہ مملکت صرف اس لیے نہ تھی کہ ہم صرف پاکستانی بنیں۔ بلکہ اس لیے تھی کہ پاکستان اسلامی نظام کا تجربہ گاہ بنے۔

وطنیّت، نسلیت، رنگت، زبان اور پیشے وغیرہ کے تمام بتوں کو توڑ کر اسلام نے صرف ایک برادری قائم کی تھی۔ عرب عجم، شاہ و گدا، گورے کالے، امیر و غریب غرض سارے طبقاتی امتیازات کو مٹا کر ایک اخوّت و مساوات قائم کی تھی اور ہم بڑے

فخر کے ساتھ اسلام کی اس تعلیم کو دُنیا کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اس کی مثال میں نماز، روزے اور حج کو سامنے رکھ دیتے ہیں۔ نمازیں ہر روز پانچ بار دنیا دیکھتی ہے کہ ع

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز

روزے میں ہر سال جتنی دیر ایک غریب مسکین بھوکا پیاسا رہتا ہے اتنی ہی دیر ایک صاحب ثروت کو بھی بھوک پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اور حج میں تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ شاہ و گدا، امیر و غریب، گورے کالے، چینی اور جاپانی سبھوں کے جسم پر ایک جیسا لباس، زبانوں پر ایک ہی کلمہ اور مناسک کی ایک طرح ادائیگی ہوتی ہے۔ غرض سارے طبقاتی نظام مٹ جاتے ہیں۔ نہ کوئی اُونچا ہوتا ہے نہ نیچا۔ سب برابر اور مساوی ہوتے ہیں۔

نماز، روزہ اور حج طبقاتی تفاوت کو ختم کرنے کے کل وقتی پروگرام کی تربیت ہے

یہاں آکر دو اہم سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام کا ان ارکان سے کیا مقصد ہے؟ آیا یہ مقصد ہے کہ صرف چند منٹ کے لیے نمازیں فقط چند گھنٹوں کے لیے روزے ہیں اور محض چند دنوں کے لیے حج میں یہ امتیازات ختم ہو جائیں۔ پھر باقی تمام اوقات میں یہ طبقاتی فرق باقی رہنے چاہئیں؟ یا تمام عبادتیں تربیت اور ٹریننگ ہیں اس غرض کے لیے کہ پورے اسلامی معاشرے سے یہ طبقاتی تفاوت ختم ہو جائے؟ ہمیں یقین ہے کہ ہر عقل سلیم اس کا ایک ہی جواب دے گی کہ انسانی برادری اور برابری کی یہ تعلیم وقتی نہیں، بلکہ ہمہ وقتی ہے۔ اقبال نے جو کہا ہے کہ ؎

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

تو اس کا مطلب یہی ہے کہ جس مقصد عظیم کے لیے یہ عبادتیں تھیں وہ مقصد ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اگرچہ رسمًا یہ سب موجود ہیں لیکن نماز کے بعد مسجد کی چار دیواری سے باہر آتے ہی، بلکہ یوں کہیے کہ سلام پھیرتے ہی وہ مقاصد ختم ہو جاتے ہیں جن کی تربیت نماز کے اندر ہو رہی تھی۔ اسی طرح حج کے بعد ہی وہ تمام طبقاتی تفاوت از سرِ نو اُبھر کر سامنے آجاتا ہے جسے حج نے ختم کر دیا تھا اور یہی حال روزے کا ہے۔

سلسلۂ کلام کو مربوط رکھنے کے لیے پھر سُن لیجیے کہ نماز روزے اور حج کے بارے میں یہ سوال تھا کہ ان عبادات کا مقصد وقتی ہے یا ہمہ وقتی؟ اس کا جواب آپ نے سُن لیا کہ ان کا مقصد طبقاتی تفاوت کو ختم کر کے ہر کہ و مہ کو ایک سطح پر لانا ہے جو محض چند منٹوں، چند گھنٹوں اور چند دنوں کے لیے دکھاوے کے طور پر جز وقتی نہیں، بلکہ ایک کل وقتی پروگرام کی تربیت ہے۔

اب ایک اور اہم سوال اُبھرتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اسلام کی تعلیم مساوات کے ثبوت میں نماز، روزے اور حج کو تو ضرور پیش کرتا ہے، لیکن زکوٰۃ کے ذکر سے صاف کترا جاتا ہے۔ اسکی وجہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہماری نگاہوں میں زکوٰۃ کا مطلب اب تک یہ رہا ہے کہ ایک طبقہ دولتمندوں کا اور دوسرا غریبوں کا ہمیشہ قائم رہے تاکہ دولت مند غریبوں کو خیرات دے دے کر ثواب دارین حاصل کرتے رہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ جو خدا اقیموا الصلوٰۃ فرما کر طبقاتی فرق کو مٹانا چاہتا ہے وہی خدا اسی سانس میں آتوا الزکوٰۃ کہہ کر طبقاتی فرق کو باقی رکھنے کی تاکید فرماتا ہے، بلکہ یُوں کہیے کہ ایک طرف تو تین ارکان یعنی نماز، روزہ اور حج طبقاتی امتیاز کو ختم کرنا چاہتے ہیں، لیکن ایک رُکن یعنی زکوٰۃ سارے کیے کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ گویا نعوذ باللہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ وقتی طور پر قیام و قعود اور رکوع و سجود میں، افطار اور سحری میں اور احرام و تلبیہ و طواف وغیرہ میں تو ایک ہی سطح پر رہو، لیکن معاشی زندگی میں ہمواری قائم کر کے ایک سطح پر لانے کا خیال بھی نہ لانا۔ استغفراللہ۔ زکوٰۃ کا یہ مطلب نہیں۔ زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ دولت ایک ٹولی میں سمٹ کر نہ رہ جائے (کی لایکون دولۃ بین اغنیاء منکم) بلکہ دولت کی گردش ایسے انداز سے ہو کہ کوئی کسی کا محتاج نہ رہے۔ اور سب خوشحال ہو جائیں۔ اقبال اسی کو یُوں کہتے ہیں کہ ؎

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرع مبیں این است و بس

اقبال نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا ہے، بلکہ اللہ اور رسولؐ کی ترجمانی کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کے صاحبزادے عدی سے فرمایا تھا کہ اے عدی! تمہیں اسلام لانے سے جو چیزیں روک رہی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مُسلمان قوم بہت غریب ہے۔ سُنو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے صدقات کا سونا چاندی لے کر نکلیں گے اور کوئی اسے لینے والا نہ ہوگا۔ تاریخ کی آنکھوں نے یہ دَور سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے وقت میں دیکھا۔

یہ زَر و مال اور دولت و ثروت ہی وہ سب سے بڑا "خدائے کہن" ہے جو کہنہ ہونے کے باوجود آج بھی سارے تازہ خداؤں سے زیادہ "تازہ" ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ اسی کی پوجا ہوتی رہی ہے جو اب تک جاری ہے اور خُدا جانے کب تک جاری رہے گی۔ اس بُت کو ہمیشہ کے لیے چکنا چُور کیے بغیر نہ توحید آسکتی ہے نہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ کسی بنیئے سے کہیں کہ اپنی جان کی خیر خواہی چاہتا ہے تو لکشمی دیوی کا بُت میرے حوالے کر دے یا اپنی تجوری سے دو لاکھ روپے نکال کر مجھے دیدے میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ وہ بنیا اپنا بُت اٹھا کر دے دے گا دو لاکھ روپے کبھی نہ دے گا۔ اب خود فیصلہ کر لیجیے کہ اس کا اصل معبود وہ لکشمی دیوی کا بُت ہے یا وہ تجوری میں چھُپی ہوئی دولت ہے جو اس کے عقیدے میں اس لکشمی دیوی کی برکت و عنایت سے ملی ہے۔ لکشمی پوجا بجائے خود کوئی شے نہیں۔ یہ تو صرف ایک علامت (سمبل) ہے۔ دولت پرستی کی۔ اسلام صرف نماز روزے کے لیے یقینًا نہیں آیا۔ نماز روزے سے مُنکر کو کیا تکلیف تھی۔ نماز روزہ ادا کرنے والوں کا احترام تو آج بھی منکرین کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بتوں کی بھی کوئی لڑائی نہ تھی تیرہ سال تک اہل اسلام کعبہ کا طواف کرتے رہے اور اس کے اندر باہر سینکڑوں بت رکھے ہوئے تھے۔ آنحضورؐ نے ان پتھروں کے بُتوں پر اکیس سال کے بعد ہاتھ ڈالا۔ اس دوران حضورؐ ان بتوں کو توڑتے رہے جو حجری بتوں سے کہیں زیادہ دلوں میں بسے ہوئے تھے۔ ان بتوں میں سب سے بڑا بُت وہی لکشمی یا دولت ہے جو حجری بتوں کے ختم ہو جانے کے بعد بھی دل میں گھر کیے رہتی ہے۔

مال و دولت کے بُت کو ہمیشہ کے لیے چکنا چُور کیے بغیر نہ توحید آسکتی ہے اور نہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے

قرآن میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ تقریبًا ہر جگہ ایتائے زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے اس کی غایت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام سب سے پہلے اس بڑے بت کو توڑنا چاہتا ہے۔ جس کی محبت حجری بتوں کی محبت سے کہیں زیادہ دلوں کو اپنی گرفت میں لیے رہتی ہے۔ آیئے ایک سرسری نظر اس پر ڈال لیں کہ اسلام نے ان بتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے کیا کچھ بتایا ہے۔

۱: پورے قرآن میں ہمیں کوئی آیت ایسی نظر نہ آسکی جس میں مال جمع کرنے کی ادنیٰ سی ترغیب بھی پائی جاتی ہو بخلاف اس کے جمع مال کی جابجا سخت مذمت آئی ہے۔

(ا) ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالاً و عددہٗ (ہمزہ: آیت)
(بربادی ہے ہر اس نکتہ چین طعنہ زن کے لیے جو مال اکٹھا کر کے اسے گِنتا رہتا ہے)

(ب) و تحبون المال حبا جمًا (فجر: آیت ۲۰)
تم مال سے شدید محبت کرتے ہو۔

(ج) والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ (توبہ آیت: ۲۴)
(جو لوگ سونا چاندی کا اکتناز کرتے ہیں اور وہ سب راہِ خدا میں نہیں خرچ کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو۔ جس دن اسے تپا کر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ کنز جو تم نے اندوختہ کر رکھا تھا، تو لو اپنے اندوختے کا مزہ بھی چکھ لو۔)

یہاں یہ نکتہ یاد رکھئے کہ سونا چاندی کے یہ سکے جہنم میں تو چلیں گے یعنی ان سے داغا جائے گا، لیکن جنت میں ہر نعمت ہوگی سکے کے سوا۔

(د) ایک حدیث نبویؐ بھی سُن لیجیے

ماذئبان منارباں ... الخ۔ اگر دو بھیڑیئے کسی زخم کو چاٹنا شروع کر دیں تو وہ انسانی جسم کے لیے اتنا خطرناک نہیں جتنی خطرناک مردِ مومن کے دین کے لیے جاہ اور مال کی محبّت ہے۔

۲ : جہاں مال اندوختہ کرنے کی ممانعت ہے وہاں اندوختہ مال کو راہِ خدا میں انفاق کرنے کی اتنی ترغیب ہے کہ اس کا شمار بھی اس مختصر سی صحبت میں مشکل ہے۔ بس صرف ایک مختصر سی آیت سُن لیجئے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (العمران آیت : ۹۲)

(تم نیکی کو پا ہی نہیں سکتے جب تک اپنی محبوب چیز میں سے کچھ انفاق نہ کرو۔)

ظاہر ہے کہ عام طور پر سب سے زیادہ محبوب انسان کو مال ہی ہوتا ہے۔ (وتحبّون المال حبًّا جمًّا)

۳ : مال کی محبّت دل سے نکالنے کے لیے اسلام نے ملکیّت کا تصوّر ہی ختم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو :

(الف) اِنَّ اللّٰہَ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ (توبہ آیت ۱۱۱)

(اللہ نے اہلِ ایمان سے ان کی جان و مال کو جنّت کے عوض میں خرید لیا ہے)

اس آیت کی رُو سے اگر ہم مومن ہیں تو اللہ کے ہاتھ جان و مال کا سودا کر لیا اور جب سودا کر لیا تو ہماری ملکیت کا کوئی تصوّر ہی باقی نہیں رہا اور اگر ملکیّت کا دعویٰ کسی شے پر بھی کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ابھی تک سودا نہیں کیا اور جب سودا نہیں ہوا تو ہم ابھی مومن ہی نہیں۔ مال کی غلامی کر کے ہم آزاد کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہمیں تو ہر قسم کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد ہی آزاد کہا جا سکتا ہے۔

اگر ہم کسی شے پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہم ہرگز مومن نہیں ہیں

(ب) ان الارض للہ ـــ (زمین اللہ کی ملکیّت ہے) (اعراف آیت ۱۲۸)

کیونکہ جو خالق زمین ہے وہی مالک زمین بھی ہے۔ پس زمین کی تمام پیداوار خواہ وہ غذا ہو یا دوا، لباس ہو یا مکان، یا دوسری ضروریاتِ زندگی سب کی سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ بظاہر ان تمام چیزوں کو انسانی عقل اور انسانی ہاتھ تیار کرتے ہیں، لیکن خود انسان، اس کی عقل اور اس کے اعضاء اور تمام صلاحیتیں کس کی بخشی ہوئی ہیں۔ اور کس کی مِلک ہیں ؟

(ج) حضورؐ کا واضح ارشاد ہے کہ ان الارض ارض اللہ والعباد عباد اللہ (یہ زمین خدا کی زمین ہے اور یہ بندے بھی خدا کے بندے ہیں)۔ دونوں ہی اللہ کی ملک ہیں۔

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ ملکیّت کو ختم کر دینا سوشلزم ہے اور کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کو کسی ازم کی ضرورت نہیں۔ اسلام سوشلزم سے اتنا آگے ہے کہ ابھی سوشلزم کا وہاں تصوّر بھی نہیں پہنچا ہے۔ سوشلزم نے انفرادی ملکیتوں کو ادھورے انداز سے ختم کر کے قومی ملکیت کا تصوّر دیا ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ کر ایک بڑا بت بنا لیا جائے ـــ اسلام نہ چھوٹے بتوں کا قائل ہے نہ بڑے بتوں کا۔ وہ دونوں بتوں کو ایک ساتھ توڑ دیتا ہے۔ اسلام میں نہ انفرادی ملکیت کا تصوّر ہے نہ اجتماعی و قومی ملکیت کا۔ سوشلزم نے منفی پہلو تو صحیح اختیار کیا۔ جو انفرادی ملکیتوں کی نفی کر دی۔ لیکن اس کے پاس مثبت پہلو موجود نہ تھا۔ اس نے "لا الٰہ" کا تو نعرہ بلند کر دیا، لیکن "الا اللہ" اس کے پاس نہیں۔ اس لیے اللہ کی جگہ قوم کو رکھ دیا یعنی جو گناہ ہر فرد کے لیے ممنوع تھا وہی گناہ اجتماعی طور پر جائز قرار دیا گیا۔ اسلام نے انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی ملکیتوں کا خاتمہ کر کے اس کے مثبت پہلو کو بھی بتا دیا۔ یعنی صرف "لا الٰہ" کافی نہیں جب تک "اِلا اللہ" نہ ہو۔ انسانی ملکیت کی نفی تو ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ اثباتی پہلو بھی ہونا ضروری ہے۔ سوشلزم نے اس کا حل یہ نکالا کہ افراد کی بجائے قوم کو رکھ دیا۔ یعنی جس شرک سے انفرادی طور پر بچنا چاہتا تھا اس سے عظیم تر شرک میں مبتلا کر دیا، مگر اسلام نے اس کا حل یہ بتایا کہ ملکیت نہ انفرادی ہے نہ اجتماعی و قومی۔ ملکیت صرف مالک الملک

کی ہے باقی بس۔

اب یہاں دوسرا سوال اُبھرتا ہے کہ ہماری کوئی شے ہماری مِلک نہیں اور کسی چیز کے حتیٰ کہ خود اپنے جسم و جان کے بھی ہم مالک نہیں، تو پھر ہم کیا ہیں، اور ہماری حیثیّت اس جہان میں کیا ہے؟ اسلام نے اس کا بھی جواب دے دیا ہے کہ انسان کسی شے کا مالک نہیں۔ وہ صرف امین ہے۔ کسٹوڈین ہے۔ کیشیئر ہے۔ منتظم کار ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسلام نے "تصوّرِ ملکیت" کو "تصورِ امانت" سے بدل کر ذہنوں کو مالی غلامی سے آزاد کر دیا ہے۔ کیشیئر کا کام صرف یہ ہے کہ مالک جس سے جتنا وصول کرے اسے محفوظ کر لے اور جس کو جتنا دلوائے بے تامّل دے دے۔ کیشیئر کا حق صرف اتنا ہے جتنا مالک اسے لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اتنا ہی لے۔ اس سے زیادہ جو کیشیئر لیتا ہے وہ امانت دار نہیں خائن ہے۔ ضرورت سے زیادہ جس کے پاس ہے اس کا دراصل حقدار وہ ہے جس کے پاس ضرورت سے کم ہے۔ اس کو قرآن نے "انفاق عفو" کہا ہے۔ (یَسْئَلُونَکَ ... الخ) ہمارا جتنا حق ہے مالک ہم اس کے بھی نہیں۔ ہمیں صرف حق استعمال ہے جو بلا اجازت دوسرا نہیں لے سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ریلوے کی وہ سیٹ جو ہمارے لیے ریزرو ہو۔ وہ اس وقت تک ہمارے قبضہ و تصرف میں ہے جب تک ہم اپنی منزل پر اُتر نہیں جاتے۔ ریزرویشن سے سیٹ ہماری ملکیت نہیں بن جاتی۔ صرف استعمال کا عارضی حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ہمیں اللہ نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ اس کی امانت ہے اس میں کچھ حصّہ ہمارے استعمال کے لیے عارضی طور پر ریزرو ہے اور باقی دوسرے ضرورتمندوں کے لیے ہے۔ ہماری ملکیّت نہ وہ ہے نہ یہ۔ مال خواہ نقدی کی شکل میں ہو یا زمین مکان اور کارخانے کی شکل میں سب اللہ کی ملکیّت ہے۔ اس میں سے اپنا حق رکھ کر جو کچھ بھی ہم دیتے ہیں وہ کوئی احسان نہیں کرتے صرف یہ کرتے ہیں کہ مالکِ حقیقی جس جس کو دلواتا ہے اسے دے دیتے ہیں۔ قرآن نے بہت صاف لفظوں میں بتا دیا ہے کہ و اٰتوھم من مال اللہ الذی اٰتاکم (تم اس مال میں سے ان (محتاجوں) کو دو جو اللہ کا مال ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے) ـــ کتنے واضح لفظوں میں قرآن نے ہر مال کو اللہ کا مال بنا کر انسانی ملکیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔

لفظ ملک کی نسبت مجازاً انسان کی طرف بھی ہوتی ہے اور اس کا مطلب صرف حقِ انتفاع ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ فالملک فی حق الآدمی کونہ احق بالانتفاع من غیرہ (آدمی کے حق میں ملک کا لفظ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہ نسبت دوسروں کے اس سے نفع حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہے) اسے یُوں سمجھیے کہ ایک گھر کے تمام افراد یُوں کہتے ہیں کہ یہ ہے ہمارا گھر، حالانکہ اس مکان کی رجسٹریشن کسی ایک ہی فرد کے نام ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کرائے کے مکان کو بھی سب اپنا ہی گھر بتاتے ہیں۔

اسلام کی رُو سے انسان کسی شے کا مالک نہیں صرف "امین" ہے اسلام نے "تصورِ ملکیّت" کو "تصورِ امانت" میں تبدیل کر دیا ہے۔

؎ درحقیقت مالکِ ہر شے خداست
این امانت چند روزہ نزدِ ماست

آیئے آگے چلنے سے پہلے ذرا دیکھ لیں ترجمانِ اسلام علامہ اقبالؒ ملکیت و امانت کے بارے میں کیا تصور دیتے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار پیش کرینگے۔ جاوید نامہ میں فرماتے ہیں ؎

باطن الارض للہ ظاہر است
ہر کہ این ظاہر نہ بیند کافر است
حق زمین را جُز متاعِ ما نہ گُفت
این متاعِ بے بہا مُفت است مُفت
دہ خدایا نکتۂ از من پذیر
رزق و گور از وے بگیر او را مگیر
رزق خود را از زمین بودن رواست
این متاعِ بندہ و ملک خداست
بندۂ مومن امین او مالک است
غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است
ارضِ حق را ارضِ خود دانی بگو
چیست شرحِ آیۂ لاتفسدو
کس امانت را بکارِ خود نبرد
اے خوشا کو ملکِ حق با حق سپرد
ملکِ یزداں را بہ یزداں بازدہ
تا زہ کارِ خویش بکشائی گرہ

زیر گردون فقر و مسکینی چراست
آن چہ از مولاست می گوئی ز ماست

ملکیّت زمین ہی کے بارے میں اقبال نے کہا ہے ؎

وہ خدایا ! یہ زمیں میری نہیں تیری نہیں
ترے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

اقبال نے جو کچھ کہا ہے وہ عین اسلامی تصوّر ہے۔ اُنہوں نے وضاحت سے بتا دیا ہے کہ تمام فسادات کی جڑ یہی مشرکانہ و کافرانہ تصوّرِ ملکیّت ہے۔ تصورِ ملکیت شرک و فساد ہے اور تصوّرِ امانت ایمان ہے اور امن کا ضامن ہے۔ امن، ایمان اور امانت تینوں کا مادہ (ROOT) ایک ہی ہے۔ امن کی ضِد ہے فساد۔ ایمان کی نقیض ہے کفر و شرک اور امانت سے متصادم ہے ملکیّت۔

ایک مثال سے اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر آپ کے مکان میں کوئی غیر شخص گھس کر بلا اجازت اپنا بستر ڈال لے، تو آپ گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال دیں گے، لیکن وہی شخص آپ کے ساتھ سڑک پر جائے۔ آپ کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرے۔ آپ کے ساتھ ریل کے ڈبے میں سفر کرے، تو آپ دونوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہو گا۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ آپ کے مکان میں انفرادی ملکیّت کا تصوّر ہے اور سڑک، مسجد یا ریل میں انفرادی ملکیّت کا [illegible] نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے جھگڑے "میرے تیرے" کے ہیں۔ یعنی ذاتی ملکیّت کے ہیں۔ پس جو خدا ایمان دے کر امن بخشے اور اسلام سے نواز کر سلامتی عطا کرے وہ ملکیّت کے تصوّر کو کیسے باقی رکھ سکتا ہے۔ جو تمام فسادات کی جڑ ہے۔ ذاتی ملکیّت ہی کے تصوّر سے ہوس پیدا ہوتی ہے۔ سرمایہ داری کا عفریت نمودار ہوتا ہے۔ استحصال و استغلال کی سینکڑوں شکلیں جنم لیتی ہیں اور تکاثر کا وہ تباہ کن جذبہ اُبھرتا ہے جو آخر قبر تک پہنچا دیتا ہے۔ (الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر) پس انسان کیوں

> جو خدا ایمان دے کر امن اور اسلام سے نواز کر سلامتی عطا کرے وہ ملکیّت کے تصوّر کو کیسے باقی رکھ سکتا ہے جو تمام فسادات کی جڑ ہے

اس جھگڑے میں پڑے اور وہ خود ہی اپنی خوشی سے مستحقین کو وہ کچھ کیوں نہ دے دے جو ہزاروں جھگڑوں کے بعد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جاگیردار اور مزارع کے جھگڑے، کارخانہ داروں اور مزدوروں کے جھگڑے، ملازمین اور سرکاری افسروں کے جھگڑے آئے دن کیوں ہوتے رہتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ دولت کی تقسیم صحیح نہیں ہوئی۔ سرمایہ دار دولت پر سانپ بن کر بیٹھا رہتا ہے اور ہر قریب آنے والے کو ڈس لیتا ہے یا سانپ کے پھن پر کوئی کاری ضرب پڑ جاتی ہے۔ بہرحال فساد جاری رہتا ہے جو تصورِ ملکیت ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو ماتحت اپنے بالادستوں سے اضافۂ تنخواہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ بالادست کسی حد تک صحیح کہتے ہیں کہ ہمارے خزانے میں گنجائش نہیں، لہٰذا ماتحتوں کو صرف یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ ہماری تنخواہ نہ بڑھاؤ۔ لیکن اپنی تنخواہ گھٹا کر ہماری سطح پر آ جاؤ۔ اس میں کسی کے خزانے پر کوئی بوجھ نہیں پڑیگا۔ جب معیارِ زندگی میں تفاوت ختم ہو کر نسبتاً برابری پیدا ہو جائے گی تو اہلِ ثروت اپنی دولتِ فاضلہ کو کسی کارِ خیر ہی میں لگائیں گے۔ اس سے غیر ملکی قرضے ادا ہونگے اور مزید قرض کی اقتصادی غلامی سے آزادی نصیب ہو گی۔ ملک کے محتاجوں کی امداد ہو گی اور آخرکار وہ معاشی نظام رائج ہو جائے گا جسے قرآن نے ایک لفظ "قل العفو" میں بیان کر دیا ہے۔

شاید ہم لوگ "قل العفو" کو محض شاعری یا (UTOPIA) سمجھتے ہیں۔ اور ناممکن العمل سمجھ کر آج تک اس سے بے نیاز رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام اور جاہلیت کے نظام میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ جاہلی نظام میں چھوٹے بڑے سربراہ اربابِ ثروت ہوتے ہیں اور اسے اپنا حق تصوّر کرتے ہیں، لیکن اسلامی

نظام میں سربراہوں کا معیارِ زندگی عوام کے کسی فرد سے ایک اِنچ بھی اُونچا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے کون واقف نہیں؟ خلفائے راشدین کی معیارِ زندگی سے کون بے خبر ہے؟ پھر "علیکم سنتی و سنّت الخلفائے راشدین" کی حدیث یہاں آ کر کیوں فراموش ہو جاتی ہے؟ ہمیں چھوٹی چھوٹی کچھ مزے دار سنتیں یاد آ گئی ہیں۔ یعنی شہد چاٹنا سُنّت ہے۔ تعدد ازدواج سنت ہے۔ کھجور اور حلوہ کھانا سنت ہے۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ افطار میں جلدی کرنا سُنّت ہے۔ لیکن اصل سنّت حضورؐ کی پوری زندگی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو دِرم بھی پُورے چوبیس گھنٹے کے لیے حضورؐ نے اپنے پاس نہیں رکھے۔ کوئی بنک بیلنس نہیں چھوڑا کوئی جایداد نہیں چھوڑی۔ کوئی بلڈنگ نہیں بنائی۔ بعض حضرات یہ سُنّتِ رسولؐ سُن کر فوراً حضرت سیدنا عثمانِ غنیؓ کو پیش کر دیتے ہیں کہ آپ بڑے دولت مند تھے، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ آپ کا معیارِ زندگی بالکل وہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا تھا اور آپ کی ساری دولت "انفاقِ عفو" کی مَد میں رکھی رہتی تھی جو پوری قوم کے لیے وُقف تھی۔ وہ دولت مَند ہونے کی وَجہ سے غنی نہیں جاتے، بلکہ اس لیے غنی کہے جاتے ہیں کہ وہ دولت سے مُستغنی اور بے نیاز تھے۔ اور خلیفہ ہونے کے بعد آپ کا جو حال تھا وہ طری کی زبان سے سُنیئے:

سیدّنا عثمانؓ نے فرمایا: كنت العرب بعير او شاء واليوم مالى ثاغية ولا راغية غير راحلتين لحجتى (میرے پاس عرب میں سب سے زیادہ اُونٹ اور بکریاں تھیں، لیکن آج میرے پاس کوئی اونٹ بکری نہیں بجز ان دو اونٹوں کے اور وہ بھی اپنے سفرِ حج کے لیے۔)

> حضرت سیدّنا عثمانِ غنیؓ کی ساری دولت "انفاقِ عفو" کی مَد میں رکھی رہتی تھی جو پوری قوم کے لیے وقف تھی وہ دولت مند ہونے کی وَجہ سے غنی نہیں کہلاتے، بلکہ وہ دولت سے مستغنی اور بے نیاز تھے

سیدّنا عثمانؓ جیسی ساری زندگی انفاق عفو ہی کا نتیجہ تھی۔ دولت مَند اصحاب کو اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ یہاں ایک نُکتہ اور بھی سُن لیجیے۔ اسلام نے نسل، وطن، رنگ، پیشے، زبان، اور امیری غریبی کے فرق کو مٹا کر درجہ احترام کا صرف ایک معیار رکھا ہے اور وہ یہ ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی جو جتنا اتقی ہو گا اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابلِ احترام ہو گا۔ اَب دیکھیے قرآن کسے اتقٰی کہتا ہے۔ ارشاد ہوا وسيجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى (سورۂ لیل: آیت) یعنی آتشِ دوزخ سے وہ اتقٰی محفوظ رہے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔

کہنا یہ ہے کہ اسلام نے ان تمام بتوں کو توڑا ہے جو معاشرے میں فساد پھیلا سکتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بت کشمی دیوی ہے اور اس کی پوجا سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وہ بُت ہے جو ہر معاشرے کو امیر و غریب اور مختار و مجبور کے دو طبقوں میں بانٹ دیتا ہے۔ پھر دو طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں۔ ایک فقر و افلاس کی وجہ سے۔ دوسرا دولتِ فراواں کی وَجہ سے۔ یُوں سمجھیے کہ نہر کے پانی کو اگر کوئی شخص روک کر سارا پانی اپنے کھیت میں ڈال لے اور آگے کھیت میں نہ جانے دے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک کھیت پانی کی بہتات سے سَڑ گل جائے گا اور دوسرا سُوکھ کر جَل جائے گا۔ اگر دونوں کھیتوں میں بقدرِ ضرورت پانی دیا جاتے تو دونوں لہلہا اُٹھیں گے۔ دونوں کا بھلا ہو گا ورنہ دونوں کا نقصان ہو گا۔ ایک کا افراط سے اور دوسرے کا تفریط سے۔ یہی حال دولت کا ہے۔ اگر اس کی صحیح تقسیم نہ ہو تو اہلِ غربت اور اہلِ دولت دونوں کا نقصان ہو گا۔ اگر ایک طرف

سرمائے داری ہو اور دوسری طرف بے مائیگی تو اس کا جو نتیجہ ہو گا اسے اقبال کی زبان سے سُنیئے، کہتے ہیں :

راز دانِ جزو کل از خویش نامحرم شداست
آدم از سرمایہ داری قاتلِ آدم شداست

(پیامِ مشرق)

تدبر کی فزوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

(بانگِ درا)

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب
از جفائے دہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب
انقلاب! اے انقلاب! اے انقلاب

خواجہ نانِ بندۂ مزدور خورد
آبروئے دخترِ مزدور بُرد

بزبانِ ابلیس کہتے ہیں :

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

اقبال اس معاشرتی ناانصافی اور معاشی ناہمواری کا جو علاج تجویز کرتے ہیں — وہ وہی ہے جو قرآن نے بتایا ہے یعنی "انفاق عفو" وہ کہتے ہیں ؎

با مُسلماں گفت جاں برکف بنہ
آنچہ از حاجت فزوں داری بدہ
ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو
لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا

اقبال نے ہوا کے رُخ کو پہچان کر کہا تھا کہ ؎

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ تھی اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

اب تک ہم نے جو گفتگو کی ہے اس کا تعلق تو بظاہر صرف معاشی نظام سے معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ در اصل اسلام کا وہ معاشی نظام ہے جو ایک مسلمان کے ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو مسلمان اللہ پر ایمان لا چکا ہے اور اس کو خالق، رازق، محی، ممیت وغیرہ تسلیم کرتا ہے، تو اس کو مالک ماننے میں ایک سیکنڈ کا بھی توقف غلط، بلکہ شرک ہے اور اکتناز دولت کی قرآنی وعید سے بچنا بھی ہر مومن پر فرض ہے۔ اسے تسلیم کر لینے کے بعد خود بخود افلاس اور سرمایہ داری دونوں کے فساد کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسلامی ہدایات کے مطابق معاشی ہمواری و مساوات خود بخود ظہور میں آ جائے گی۔

ہم نے صرف ایک پہلو یعنی اسلامی معاشی آزادی پر گفتگو کی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ صحیح آزادی کے لیے صرف یہی کافی ہے۔ ایسی بات نہیں۔ ابھی تو غلامی کی بہت سی زنجیریں ہمارے پاؤں میں پڑی ہیں۔ ان کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ ہم جہاں بہت سے اعتقادی شرک میں مبتلا ہیں وہاں ابھی تک انگریز کی ذہنی غلامی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہماری قومی زبان کا یہ حال ہے کہ گاڑی کا پلیٹ فارم نمبر بھی انگریزی میں ہونا ضروری ہے۔ ہماری تعلیمی، دفتری اور عدالتی زبان ابھی تک وہی ہے جو انگریز چھوڑ گیا تھا۔ صرف زبان ہی نہیں، بلکہ عدالتی اور دفتری نظام بھی وہی ہے جو ہماری تباہی کے لیے انگریزی حکومت نے وضع کیا تھا۔ تعلیمی نظام میں بہت معمولی سا تغیر ہوا ہے، مگر ہمارا رہن سہن اور تمدن تک ابھی وہی ہے جو انگریز کو پسند تھا۔ اقبال نے (بزبانِ خداوند) کیا غلط کہا تھا کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
خصلتیں ایسی جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہمیں ان تمام قسم کی ذہنی غلامیوں سے آزاد ہونا ہے اور ساتھ ہی غیر ملکی قرضوں کی اقتصادی غلامی سے بھی رہائی حاصل کرنا ہے۔ آج کے دور میں سیاسی غلامی کی اساس یہی اقتصادی غلامی ہے۔ اس سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنے وسائل پر اعتماد کرنا ہو گا۔ غیر ممالک کی ذہنی و اقتصادی اور تمدنی غلامی کر کے ہم کبھی آزادانہ منازل ترقی طے نہیں کر سکتے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ماؤ کی قوم اپنے ہی وسائل پر اعتماد کر کے دنیا کی بڑی طاقت بن سکتی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کیوں نہیں بن سکتی ؟

اقبال نے صحیح کہا ہے کہ ؎

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

> دولت کی صحیح تقسیم نہ ہونے سے اہلِ غُربت اور اہلِ دولت دونوں کا نقصان ہو گا اور اسلام پر عمل کرنے سے معاشی مساوات خود بخود ظہور میں آ جائے گی۔

سب سے زیادہ دلچسپ ذہنی غلامی تو وہ الیکشن کا طریقہ ہے جو انگریز نے ڈیماکریسی کے نام پر ہمیں دیا ہے۔ گزشتہ الیکشن میں بڑے ذمہ دار لوگوں نے اعلان کیا تھا کہ ہم خلافتِ راشدہ قائم کریں گے، مگر کس طرح ؟ غیر راشدہ طریقے سے۔ کیا کسی خلافتِ راشدہ میں رائے بالغاں کا طریقہ رکھا گیا تھا، یا وہاں اہل الرائے کی رائے لی جاتی ہے۔ کیا وہاں ہر بالغ زن و مرد کی رائے لی گئی تھی۔ کیا امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور سیّدہ فاطمہ زہرہؓ بھی کسی بوتھ میں ووٹ ڈالنے تشریف لے گئی تھیں۔ کیا کسی نے خود اپنے آپ کو امیدوارِ خلافت کی حیثیت سے پیش کیا تھا ؟ کیا کسی نے زرِ ضمانت بھی داخل کیا تھا ؟ کیا کسی کا زرِ ضمانت ضبط بھی ہوا تھا ؟ کیا کسی نے اپنی الگ پارٹی الگ جھنڈا بنا کر الگ منشور شائع کیا تھا۔ کسی نے جا بجا جلسے کر کر کے اپنے حق میں اور دوسروں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا تھا ؟ کیا وہاں قومی اسمبلی کے لیے پچیس ہزار اور صوبائی کے لیے پندرہ ہزار روپے خرچ کرنے کی اجازت دی گئی تھی ؟ کیا وہاں لاکھوں روپے خرچ کر کے صرف پچیس یا پندرہ ہزار روپے کے حسابات پیش کیے گئے تھے ؟ کیا کسی خلیفہ کا انتخاب صرف پانچ سال کے لیے ہوا تھا ؟ پھر وہاں انتخاب لڑا گیا تھا۔ یا انتخاب ہوا تھا۔ وہاں اربابِ حل و عقد کی مجلسِ شوریٰ تھی یا جمہوریت کے نام کی پارلیمنٹ ؟ وہاں اشخاص کا انتخاب ان کے کردار کی بنیاد پر تھا یا لوگوں نے پارٹی کو ووٹ دیئے تھے ؟ ان باتوں میں کوئی چیز بھی خلافتِ راشدہ کے انتخاب میں نہ تھی۔ یہ سب کچھ انگریز کا دیا ہوا ہے "تاکہ ہم مغز کی جگہ صرف سروں کو شمار کر کے اسے جمہوریت کا نام دے دیں اور خوش ہو جائیں۔ اسے ہم غیر راشدہ کے طریقے کے سوا اور کیا کہیں ؟ ذریعہ غیر راشدہ ہو اور اس سے قائم کی جائے خلافتِ راشدہ ؟ یہ اسلامی تصوّر نہیں یہ کارل مارکس کی تھیوری ہے کہ مقصود اچھا ہونا چاہیئے۔ خواہ ذریعہ کیسا ہی ہو ہمیں موجودہ طریقۂ انتخاب یکسر بدل دینا چاہیئے۔ یہ طریقہ تو انگریزوں نے اپنے سامراج کے تحفظ کے لیے ایجاد کیا تھا۔ اس کے علاوہ اسمیں بڑا عیب یہ ہے کہ ایک نہایت لائق و فائق اور صالح انسان صرف اس لیے انتخاب سے محروم رہ جاتا ہے کہ انتخاب لڑنے کے لیے اس کے پاس دولت نہیں اور کامیاب وہ خود غرض ہوتا ہے جس کے پاس کافی روپیہ ہو۔ گویا جس طبقاتی فرق کو اسلام مٹانا چاہتا ہے وہ پورے زور و شور سے ہمارے الیکشن کے طفیل قائم رہتا ہے۔ یہ انداز بھی ایک زنجیرِ غلامی ہے اور اس سے بھی ہمیں آزاد ہو جانا چاہیئے۔ اقبال پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ

"جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
لوگوں کو گِنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔"

حال آں ع

کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

حضرات! ہم نے اپنی تقریر میں جا بجا اسلامی مساوات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ لمبے انسان کو پریس کر کے چھوٹا کر دیا جائے یا پست قد کو مشین سے کھینچ کر لمبا کر دیا جائے۔ نہ یہ مطلب ہے کہ گورے کو ذرا کالا اور گورے کو تھوڑا کالا کر دیا جائے۔ مساوات کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ایک پہلوان جو غذا کھاتا ہے وہی ایک مریض کو بھی دی جائے۔ یا سب مردوں کو عورت یا سب عورتوں کو مرد بنا دیا جائے۔ مساوات اسلامی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسانی اختیار میں جہاں جہاں جتنی مساوات ممکن ہے اسے بروئے کار لایا جائے۔ مثلاً قانون کے سامنے سب یکساں ہوں۔ مضمر صلاحیتیں اُبھرنے کے مواقع سب کو یکساں حاصل ہوں اور زندگی کی بنیادی ضرورتیں سب کو میسّر ہوں۔ مگر مفت خیرات کے طور پر نہیں، بلکہ مختلف پیداوار

(باقی ۲۵ پر)

> ماؤ کی قوم اپنے وسائل پر اعتماد کر کے دُنیا کی بڑی طاقت بن گئی ہے، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کیوں نہیں بن سکتی —

ایڈیٹر کے نام

مراسلات

جمہوری نظام

خدام الدین میں آپ کا شذرہ انتخابات کے سلسلہ میں بہت خوب ہے۔ اس ملک کے مزاج سے جمہوری نظام مطابقت نہیں رکھتا۔ نہ ہی ہمیں اب تک جمہوریت کا شعور حاصل ہوا ہے۔ غالباً غیر ملکی جمہوری نظام چار مرتبہ ناکام ہو چکا ہے۔ اور ہمیشہ فوج کو ہی امن بحال کرنے کے لئے بڑھنا پڑتا ہے۔

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
(اقبال)

علامہ اقبالؒ کے چند اشعار جمہوریت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں :-

منتظر ہے یہ جہاں آئین پیمبرؐ کا آج
ورنہ سب بیکار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج

جلال پادشاہی ہو یا کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

کیا تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

کاروبارِ شہریاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

ذہنی غلامی کی یہ دنیا آج سچ مچ ایک وحشت کدہ کا روپ دھار رہی ہے اور بقول اقبالؒ

جہنم کے آزاد شعلوں کے بدلے
غلامی کی جنت کو قربان کردے

کا مصداق بن کر رہ گئی ہے۔

(خاموش مبلغ، ملتان)

بنام ایڈیٹر،

۶/۵/۸۲

محترمی!

"خدام الدین" کا مضمون (اداریہ) زیر عنوان "مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ" پڑھا۔ تین صدی کی تاریخ حریت کو آپ نے ایجاز بیان و اعجاز بیان کے ساتھ قطرہ میں دجلہ کا جلوہ دکھا دیا۔

اگر اس کہانی کو اس کے بنیج حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم سے شروع کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ جن کی اولاد، خلفاء اور متبعین نے اُن کی جلائی ہوئی شمع کو اپنی جانی و مالی قربانی سے فروزاں رکھا۔ برصغیر پاک و ہند کے جسم کو روح آزادی سے معمور رکھا اور ان کا یہ فیض اب تک جاری ہے۔ گو ان علماء حق کا مطمح نظر کبھی بھی دنیاوی نام و نمود نہ رہا۔ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی کہ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے ان علماء حق کا نظریہ مخلصانہ جہاد فی سبیل اللہ رہا۔ اور وہ اپنا اجر بصورت نیک نامی اس دنیا سے ساتھ لے گئے۔ اور آخرت میں مقامِ محمود پر عند ملیکٍ مقتدر، جنت الفردوس میں قیام فرما ہیں۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہو گا۔

"کچھ تقریب بہر ملاقات چاہئے" کے ضمن میں یہ تحریر لکھی گئی۔ والسلام، محتاج دعا

ڈاکٹر شیر بہادر خاں، ایبٹ آباد

بُخل کرنے والا

اللہ سے دُور، جنت سے دُور، آدمیوں سے دُور اور آگ سے نزدیک ہے

کمال الدین، مدرسہ جامعہ اسلامیہ، شالامار ٹاؤن، لاہور

قرآن پاک میں ہے جسکو اللہ تعالیٰ بُخل سے بچائے وہ خوش نصیب ہے۔ وہ لوگ جو بخیلی کرتے ہیں اور حکم کرتے لوگوں کو ساتھ بخیلی کے اور چھپاتے ہیں وہ جو کہ دیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے عذاب ذلیل کرنے والا۔ جو بُخل کرتا ہے وہ نہیں بُخل کرتا، مگر اپنے نفس سے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مقدُور دے رکھا ہے اور وہ بخل کرتے ہیں ان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اُن کے حق میں اچھا ہے، بلکہ اُن کے حق میں بُرا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن جن چیزوں کے دینے میں بُخل کرتے تھے ان کا طوق اُن کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو فرشتے ہر روز ندا کرتے ہیں کہ الٰہی جو خرچ کرے اسے اور دے اور جو جمع کر کے رکھے اُس کا مال ضائع کر۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ تجھ پر لازم ہے کہ سخاوت کرے اور بخل سے بچے۔ یعنی ہمیشہ اپنا یہی شیوہ رکھنا سخاوت کرنا اور بُخل کے پاس نہ [illegible] فرمایا حضور صلّی اللہ علیہ [illegible] دوزخ میں ایک درخت ہے۔ ہر بخیل کا ہاتھ اس میں پیوست ہوتا ہے جب تک وہ درخت دوزخ میں نہ گھسیٹ لے گا ہاتھ نہ چھوڑے گا۔ اور فرمایا ہے بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوتے۔ اگر ایمان غالب ہوتا ہے بُخل جاتا رہتا ہے اور بخل غالب ہوتا ہے تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ جو شخص اپنے اُوپر بخل کا دروازہ کھولتا ہے یعنی بخل اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ اس پر بند کر لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدترین بخیلوں کا وہ شخص ہے جو باوجود مقدرت کے قربانی نہ کرے اور بخیل وہ ہے جو حکم شرع کے خلاف مثلاً زکوٰۃ نہ دے، قربانی نہ کرے، صدقہ نہ دے۔ اپنی اولاد، بیوی اور والدین کے نان نفقہ میں بخل کرے۔ ولیمہ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ کا کھانا نہ کھلائے، نوکروں کو بھُوکا رکھے۔ وہ [illegible] بالاتفاق بخیل ہے اور بخیلوں کا سا عذاب پائے گا اور دوزخ میں جائے گا اور جو مہمان کو کھانا نہ کھلائے سائل کو لقمہ نہ دے اس کا سوال پورا نہ کرے، کتّے، بلّی کو ٹکڑا نہ ڈالے وہ بھی بخیل ہے اور کوئی جمعہ یا عیدین کو باوجود مقدرت کے نئے یا صاف کپڑے نہ پہنے یا اہل و عیال پر نفقہ میں بُخل کرے اور فقیر کو پرانا پہنائے یعنی اللہ کی راہ میں پرانا کپڑا دے وہ بھی بخیل ہے۔ ہاں اپنے پرانے کپڑے میں اپنی اولاد کا کپڑا بنائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

کسی کا قول ہے کہ جو شخص بخیل ہوتا ہے گویا وہ آپ اپنے وارثوں کو دُشمن بناتا ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عادتیں مسلمان میں جمع نہیں ہوتیں۔ بدخلقی اور بُخل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم خدا تعالٰے

سے ان الفاظ کے ساتھ پناہ مانگتے تھے اے اللہ! مَیں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور فرمایا حضُور صلی اللہ علیہ وَسلّم نے کہ جنّت میں داخل نہ ہو گا احسان جتانے والا اور مکار اور بخیل۔

بخیل وہ ہے کہ جو چیز شرع میں واجب ہوئی ہے نہ دیوے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قربانی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک جانور کا خُون ہو، بلکہ غرض اس کی یہ ہے کہ بخیل کی نجاست تیرے دِل سے دُور ہو اور جانور سے شفقت کرنی تیری طبیعت کا مقتضی نہیں، بلکہ خدا کے حکم سے اُن پر شفقت کرنا ہے۔ جب جانور کے ذبح کرنے کا خدا نے حکم دیا تو ایسا مت کہہ کہ اس بیچارے نے کیا کیا ہے۔ مَیں اسے کیوں حلال کروں۔ اپنا اختیار چھوڑ کر خدا کے حکم کے تابع ہو۔ ممسک وہ ہے کہ کچھ بھی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خیال کر کہ جو لوگ خدا کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ ان کے حق میں بھلا نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے بُرا ہے وہ عنقریب جس چیز میں کہ بخیلی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کا طوق ان کے گلے میں پہنایا جائے گا۔ اور حضورؐ نے بُخل سے بچنے کو فرمایا ہے کہ تم سے پہلے بخل سے لوگ ہلاک ہوئے اور بخیل سے اللہ پاک خفا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ .. [illegible] عظمت کی قسم کھا کر .. [illegible] بخیل کو جنت میں نہ جانے دوں گا اور فرشتے منادی کرتے ہیں کہ جو بخیل ہو اس کا مال تلف کر دے اور جو سخی ہو اس کے مال میں ترقی فرما۔

یاد رکھیئے! مال کی محبّت خدا کے ذِکر سے غافل بنا دیتی ہے۔ نقل ہے کہ قارُون سے زیادہ کوئی مالدار بخیل نہ تھا وہ مالدار اس سبب سے ہوا کہ موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ تورات کو زینت سے رکھو۔ موسیٰؑ نے عرض کی میرے پاس زَر نہیں ہے۔ جب ان کو کیمیا بتائی گئی۔ قارُون نے جو کہ پہلے توریت کا حافظ تھا کسی علی طور سے سیکھ لی اور بڑا مالدار ہو گیا۔ مَروی ہے کہ ایک کُنجی سے سُتّر خزانے کھلتے تھے اور وہ کنجیاں اتنی تھیں کہ سات زور آور مردوں سے اٹھتی تھیں۔ پس اس پر زکوٰۃ مقرّر ہوئی۔ ہزار دینار پر ایک دینار۔ قارون نے جب حساب کیا تو بہت روپیہ ہوا۔ نہ مانا۔ تب اُس سے کہا گیا کہ جو ظرُوف سونے اور چاندی کے بنتے ہیں ان کے جو ریزے گرتے ہیں وہی مساکین کو دے دو اس کو بھی نہ مانا اور دُشمنی سے حضرت مُوسیٰ پر زِنا کی تہمت لگانی چاہی۔ قارون نے پہلے ایک عورت کو وَرغلا کر اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا کہ موسیٰؑ نے تیرے ساتھ زنا کیا ہے۔ جب ایک وعظ کے جلسہ میں یہ کہلوانا چاہا تو اس [illegible]ت کا دِل اللہ پاک نے پھیر دیا۔ اس نے کہا موسیٰؑ زنا سے پاک ہیں۔ یہ بہتان ہے۔ مَیں مُوسیٰؑ پر جھُوٹ بولنے سے ڈرتی ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کو اس بات سے تعجّب ہوا۔ حضرت جبرئیل آئے اور بشارت دی کہ زمین کو تیرے حکم کے تابع کیا۔ قارون کو سزا دو۔ تب موسیٰؑ نے کہا، اے قارون! خدا سے ڈر۔ اس پر اس مرُدود نے موسیٰؑ کو نامعقول جواب دیا۔ مُوسیٰؑ نے خدا کے حکم سے زمین پر عصا مارا، تو زمین نے اُس کو مع اس کے تابعداروں کے دَبا لیا۔ تب آپ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو زانو تک دَبا لے۔ منقول ہے کہ قارون معافی مانگتا تھا، مگر موسیٰؑ نے غصّہ سے زمین سے کہا اس کو دَبا لے۔ زمین نے گردن تک دَبا لیا۔ قارون نے کہا، اے موسیٰ! تو ہماری دولت پر طمع رکھتا ہے۔ خدا کے حکم سے جبرئیل نے تمام مال و گنج اس کے سامنے لا رکھا۔ مُوسیٰ نے کہا، اے زمین اس کا سب مال غارت کر دے تب زمین سب کھا گئی۔ مال و خزانہ و مکان اس کا جو کچھ تھا اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ بنی اسرائیل نے قارون کا حال دیکھ کر خدا کی ثنا بیان کی پس جو بُرائی کرے برائی پائی جو بھلائی کرے بھلائی پائی۔ دل و دولت دُنیا ہی میں رہ جاتی ہے ساتھ نہیں جاتی۔ بخیلوں کو مال سے اس قدر محبت ہوتی ہے کہ وہ مال کو اپنے اُوپر اور آل و اطفال پر بھی خرچ نہیں کرتے۔ مہاجنوں کو زر اولاد سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں زَر سے زر پیدا ہوتا ہے اور بعض ہندو تو خاص دیوالی پر زَر کی پوجا کرتے ہیں۔ نقل ہے کہ یحیٰی نے ابلیس کو دیکھا اور پوچھا کہ تیرا دُشمن کون ہے؟ اور دوست کون ہے؟ بولا زاہد بخیل میرا دوست ہے اور سخی فاسق میرا دُشمن ہے۔ کیونکہ سَخی اچھا کھاتا اور اچھا پہنتا ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ سخاوت کے سبب اللہ اس پر رحم کرے۔

لطیفہ:- ایک بنیا اپنے متعلقین میں سے ہر ایک کو ایک ایک سینک بھر گھی دیتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو اس کے لڑکے نے یہ انتظام کیا کہ ایک شیشی میں گھی بھَر لیتا اور کہتا کہ جب روٹی کھانے لگو اس کو دیکھ کر کھاؤ۔ کیونکہ سینک سپاٹے وہ تو گئے باپو کے راج میں۔ اب تو دیکھو اور جیوہ جو لوگ آپ بھی کھاتے باوجود ممسک ہیں جیسا کہ اس لطیفہ سے واضح ہو جاتا ہے۔

لطیفہ: ایک باپ بیٹے تھے۔ وہ آم کے اچار کا مرتبان آگے رکھ کر اس کی خوشبو سے چٹاخے مار مار کر کھانا کھاتے تھے۔ اتفاق سے باپ کہیں جانے لگا تو روٹی باہر رکھ کر کہیں چلا گیا اور حجرہ میں قفل لگا گیا۔ لڑکا آیا تو اس نے روٹی باہر دیکھی اور مرتبان اندر حجُرے میں تھا۔ دروازے کے قفل سے روٹی کے نوالے لگا لگا کر اچار کا تصوّر کر کے چٹاخے مار مار کر کھانے لگا۔ اتنے میں باپ آگیا تو کہنے لگا او نالائق! تجھ سے ایک دن بھی بغیر اچار کے روٹی نہیں کھائی گئی۔ یہی بُخل ہے۔

نقل ہے کہ ابوالحَسن طہارت خانے میں تھے۔ مرید کو پکار کر کہا، میرا پیراہن فلاں درویش کو دیدو۔ مرید نے کہا کہ باہر آنے تک آپ نے کیوں صبر نہیں کیا۔ بولے مجھے ڈر ہے کہ دُوسرا خیال آتے اور اس خیر سے باز رکھے۔ بخل کا سبب خواہشِ نفس کی محبّت ہے۔ اگر یہ خیال کرے کہ میری عُمر زیادہ باقی نہیں رہی ہے تو مال خرچ کرنا اس پر آسان ہو گا۔ یہ خیال کرے کہ میں مَر جاؤں گا تو مال دوسروں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہ بھی خیال کرے کہ میرے ہم صحبت کیسے عاقل تھے۔ اچانک مرگئے اور حسرت لے گئے۔ اولاد کی غرُبت کا خیال نہ کرے جس خالق نے ان کو پیدا کیا ہے رزق بھی پیدا کیا ہو گا۔ اگر ان کی قِسمت میں مُفلسی ہے تو تیری بخیلی سے تونگر نہ ہونگے۔

نقل ہے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وَسلّم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کعبہ کے دروازہ کی زنجیر پکڑے ہوئے کہتا ہے۔ الٰہی! اس کعبہ کی برکت سے میرے گناہ معاف کر دے۔ آپؐ نے فرمایا، تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا لوح و قلم، عرش و کرُسی سے بھی بڑا ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ ان سَب سے بھی زیادہ ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا، اللہ بڑا ہے یا تیرا گناہ؟ کہا اللہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا، بیان کر، اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! میں تونگر ہوں اور بہت مال و دولت رکھتا ہوں۔ جب محتاج سوال کرتا ہے میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ فرمایا اے کمبخت دُور ہو کہ تیری شامتِ اعمال سے ایسا نہ ہو کہ تمام مخلوق جَل جائے۔ بخیل بمنزلہ کُفر ہے۔ اور کفر کا بدلہ آتشِ جہنّم۔

نقل ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ایک عورت نے سوال کیا۔ آپ نے کچھ دیا تو اُس نے بایئں ہاتھ سے لیا۔ آپ نے فرمایا، دایئں ہاتھ سے کیوں نہ لیا۔ وہ بولی، اے بی بی میری ماں بہت بخیل تھی اور باپ بہت سخی تھا۔ جب دونوں مَر گئے مَیں نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ قیامت ہوئی ہے۔ میری ماں پیاس کی شدّت سے چلاّتی ہے اور باپ حوضِ کوثر پر کھڑا ہوا پیاسوں کو پانی پلاتا ہے۔ مَیں نے محبّت کے جوش میں پانی کا پیالہ باپ سے مانگ کر ماں کو دیا۔ اتنے میں آواز آئی کہ جس نے اس عورت کو پانی دیا اس کا ہاتھ خشک ہو۔ جب نیند سے چونکی میرا ہاتھ خشک تھا۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیشین گوئیاں اور معجزے

کمال الدین، مدرسہ جامعہ اسلامیہ، شالامار ٹاؤن لاہور

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے رسول پہنچا دے جو کچھ اُترا ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر نہ پہنچائے گا تو نہ پورا کرے گا پیغام اپنے رب کا۔ یعنی اگر پہنچانے سے کوئی ذرا سی بات بھی منجملہ احکام الٰہی کے رہ جائے گی تو یہ ثابت ہو گا کہ تم نے کچھ کام نہ کیا اور اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا سب آدمیوں سے کہ کوئی تمہیں قتل کرے اور اللہ نہیں ہدایت کرتا کافروں کو یعنی ان کو تمہارے قتل پر قدرت نہ دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ کیا اور خبر دی کہ آپ کوئی قتل نہ کر سکے گا۔ سو اسی کے مطابق ہوا کہ کوئی آپ کے قتل پر قادر نہ ہوا۔ چنانچہ صحیح مسلم و بخاری میں ہے۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نجد کے سفر جہاد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] واپسی میں ایک روز دوپہر کے وقت ایک جنگل میں جہاں کیکر کے بہت سے درخت تھے ٹھہرے اور لوگ جابجا متفرق ہوئے۔ حضورؐ ایک درخت کے نیچے اُترے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔ ہم لوگ تھوڑی دیر سوئے تھے کہ آپؐ نے ہمیں بُلایا۔ ہم نے جا کر دیکھا کہ ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، میں سوتا تھا۔ اس نے میری تلوار دربیان سے نکالی۔ میں بیدار ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک اعرابی کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اب تم کو کون بچانیوالا ہے؟ میں نے کہا اللہ۔ اور آپؐ نے اس پر کچھ عتاب نہیں فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپؐ نے فرمایا اللہ تو فوراً اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آپ نے لی اور اُس سے فرمایا اب تجھے کون بچانے والا ہے؟ کہا آپ مجھے معاف فرمایئے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سارے جہان کے آدمیوں کے لیے بہتر ہے۔ حدیث عائشہؓ میں ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ اپنے سونے کے وقت بطور حفاظت پہرہ لگوایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ اوپر گزرا تو آپ نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور پہرے والے سے فرمایا۔ اب تم چلے جاؤ اللہ نے حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اب ہمیں پہرے کی حاجت نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد پھر کوئی غالب اور قابو یافتہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں آپ کو محفوظ رکھا۔

اللہ جل شانہٗ نے حضورؐ کو بہت سے معجزات عطا فرمائے اور جو معجزے اور پیغمبروں کو ملے تھے آپ کو سب ملے۔ علمائے محدثین نے لکھا ہے کہ تین ہزار معجزے صادر ہوئے۔ آپ کے معجزات کی ایسی کثرت تھی کہ کوئی معاملہ شاذ و نادر ہی آپ کے معجزات سے خالی ہوتا تھا اور عمدہ ترین معجزہ قرآن مجید ہے کہ ایسا معجزہ کسی اور پیغمبر کو عطا نہیں

ہوا۔ سب انبیاء کے معجزے ایک وقت میں ظاہر ہو کر معدوم ہو گئے اور یہ معجزہ آپؐ کا ابتدائی نزول سے آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ فصحائے عرب فصاحت و بلاغت میں بڑے عدیل تھے۔ آپ نے برملا ان سے کہا۔ لاؤ تم کوئی سورۃ قرآن جیسی اور بلا لو اپنے مددگاروں کو سوائے اللہ کے اگر تم سچے ہو۔ اگرچہ دشمنانِ اسلام ہمیشہ تخریب اسلام کی فکر میں رہتے تھے، مگر اس بات پر قادر نہیں ہوئے اور قرآن شریف کی پیش گوئیاں سب ٹھیک ہوئیں۔

ایک قلعہ پر جنگ ابھی جاری تھی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ کل میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا کہ خدا اسے دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ لوگ منتظر تھے کہ یہ دولت کس کو نصیب ہو۔ آپ نے حضرت علیؓ کو پوچھا۔ وہ بسبب عارضۂ دردِ چشم حاضر نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا انہیں بلاؤ۔ جب وہ آئے آپؐ نے لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا۔ فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ آپ نے ان کو علم دیا اور قلعہ پر لڑائی کے لیے فرمایا۔ حضرت علیؓ لشکر لیکر قلعہ درخیبر پر گئے اور سخت لڑائی ہوئی۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مرحب نامی ایک مشہور یہودی شجاع میدان میں آیا۔ آپ نے جاتے ہی اس کو قتل کیا اور اُسی دن سات آدمی رئیس اور دلاور یہود میں سے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور اسی روز قلعہ فتح ہو گیا۔

دیگر: پرویز کے پاس نامۂ مبارک پہنچا۔ جس کا عنوان یہ تھا۔ یعنی یہ خط محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے۔ کسریٰ سردار فارس کو۔

کسریٰ نے جھنجلا کر نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا کہ اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں لکھا اور باذان اس کی طرف سے ملک یمن کا صوبہ دار تھا اس کو لکھ بھیجا کہ وہ شخص جو دعویٰ پیغمبری کرتا ہے اس کو یہاں بھیج دے۔ دو آدمی تیز اور چالاک ان کے پاس بھیج دے کہ ان کو لے آئیں۔ باذان نے دو آدمی مدینہ بھیجے اور آپ کو خط لکھا کہ تم ان دونوں آدمیوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس چلے آؤ۔ وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں شخص اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُعب سے تھرتھرا رہے تھے۔ لیکن اُنہوں نے بے باکانہ گفتگو کی اور کہا کہ تم کسریٰ کے پاس چلے چلو نہیں تو وہ تمہارے ملک عرب کو تباہ کر ڈالے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں سے کہا کہ ٹھہرو کل آئیو۔ صبح کو دونوں کو کہا کہ رات شیرویہ نے پرویز کو مار ڈالا، تم چلے چلو۔ وہ روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور حال بیان کیا۔ باذان نے کہا اگر یہ خبر سچ ہے تو وہ بیشک پیغمبر ہیں اور سب بادشاہوں سے پہلے میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ انہیں دنوں شیرویہ کا نامہ باذان کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ پرویز ظالم تھا، لہٰذا میں نے اس کو قتل کیا اور تم کو تمہارے عہدے پر قائم رکھا۔ جو شخص کہ عرب میں دعویٰ پیغمبری کرتا ہے اس شخص سے کچھ تعرض نہ کرو۔ جب تک کہ اس بارہ میں میرا دوسرا حکم نہ پہنچے۔ باذان اسی وقت مع اپنے دو بیٹوں کے مسلمان ہو گیا اور سب اہل یمن اور فارس وہاں تھے مسلمان ہو گئے اور حضورؐ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ کسریٰ نے جو نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے یہ بد دعا کی "یا اللہ پاش پاش کر دے اس کو یعنی خاندان کسریٰ کو" اور اسی کے مطابق ہوا۔

دیگر: مشرکین نے خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد جب وہاں تشریف لے گئے ایک لکڑی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ یہ آیت پڑھتے

تھے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آیا حق اور مٹا باطل۔ بے شک باطل ہے مٹنے والا۔ اور لکڑی سے بتوں کیطرف اشارہ کرتے جاتے تھے تو وہ بُت چت گر پڑتا اور جس کی پشت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ بہت اُوندھا گر پڑتا تھا۔ اسی طرح سب بُت اکھڑ اکھڑ کر گر پڑے۔

دیگر: ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کا یہ حال ہوا کہ فتح مکہ کے بعد بھاگ گیا اور اس کی بیوی اُمّ جمیل مسلمان ہو گئی۔ اور اس نے حضورؐ سے عرض کیا کہ عکرمہ کو امان دی جائے۔ آپ نے امان دی۔ اُمّ جمیلہ نے عکرمہ سے جا کر کہا کہ حضورؐ نے آپ کو امان دے دی۔ عکرمہ اُمّ جمیل کے ساتھ ہو لیا۔ دل میں عکرمہ نے اُمّ جمیل سے مباشرت کا ارادہ کیا۔ وہ نہ مانی کہ جب تک تو مسلمان نہ ہو تجھ سے صحبت حلال نہیں۔ عکرمہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، یہ عورت کہتی ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دی ہے؟ آپؐ نے کہا کہ سچ کہتی ہے۔ مَیں نے تجھے امان دی۔ عکرمہ نے کہا، یہ شان سوائے پیغمبر کے دوسرے کی نہیں ہو سکتی اور اسیوقت مسلمان ہو گیا۔ پھر عکرمہ کمال مقبول ہوئے۔ لکھا ہے۔ قرآن مجید سُن کر غش کی حالت کی ہو جاتی تھی۔ کہنے لگتے تھے "ھٰذا کتابُ ربّی"۔ خلافتِ ابوبکرؓ میں آپ سردارِ لشکر تھے اور اسی عہد میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔

دیگر: وحشی ایک بارگی آکر مُسلمان ہو گیا اور قصور اس کا معاف ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اُس نے مہلت لی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے: "تو کہہ! اے بندو میرے جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانو پر۔ نا اُمّید مت ہو خدا کی رحمت سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہوں کو۔ وہی ہے بخشنے والا نہایت مہربان۔" تب وحشی مسلمان ہوا اور حالتِ اسلام میں یہ بہت اچھا کام ان سے ہوا کہ مسیلمہ کذّاب جس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کیا تھا عہدِ ابوبکرؓ صدیق میں ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔

آپؐ نے خبر دی تھی کہ حضرت عثمانؓ بلوہ میں شہید ہوں گے۔ ایسا ہی ہوا۔

حضرت علیؓ کے حق میں آپؐ نے شہادت کی خبر دی تھی کہ قاتل ان کے سر میں تلوار مارے گا۔ ڈاڑھی پر خون بہے گا۔ ایسا ہی ہوا۔

فتح بیت المقدس کی آپ نے خبر دی تھی۔ وہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ہوا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی تھی کہ سفید محل کسریٰ میں جو خزانہ ہے وہ مسلمانوں میں تقسیم ہو گا۔ اسی کے مطابق عہدِ حضرت عمرؓ میں ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے شہر مدائن دارالسلطنت یزدجرد بادشاہ فارس کو فتح کیا اور محل سفید کا خزانہ کہ اسی شہر میں تھا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

پیشین گوئی: حضرت عمرؓ کی نسبت

حضورؐ نے خبر دی تھی کہ فتنہ و فساد ان کے سبب بند رہے گا یعنی دینِ اسلام کا انتظام ان کے عہدِ خلافت تک خوب رہے گا۔ ایسا ہی ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجدِ نبویؐ کی چھت شاخِ خرما کی تھی۔ جب حضورؐ خطبہ پڑھتے ستون پر تکیہ لگایا کرتے تھے۔ جب ممبر بنایا گیا۔ اس ستون سے جدائی ہوئی۔ پس سُنی ہم نے آواز اس ستون کی مانند آوازِ ناقہ (اونٹنی) کے اور گونج گئی مسجد اس کے آواز سے اور اس کے رونے سے اور لوگ بھی رونے لگے اور ستون پھٹ گیا۔ یہاں تک کہ حضرتؐ تشریف لائے اور اس پر ہاتھ رکھا تب وہ خاموش ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو گود میں نہ لیتا تو قیامت تک میری مفارقت کے سبب رویا کرتا۔ پس حکم دیا حضورؐ نے کہ اس کو دفن کرو، چنانچہ ممبر کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اور حضور اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے اصحابؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی گوہ اپنے ساتھ لے کر آیا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ صحابہؓ نے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ اس نے کہا، یہ گوہ ایمان لے آئے تو مَیں بھی ایمان لے آؤں گا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہو، گوہ نے بزبانِ فصیح کہا، لبّیکَ وَ سَعدَیک یا رسُولَ اللہ۔ آپؐ نے فرمایا، کِس کی عبادت کرتی ہے۔ اس ذات کی کہ آسمان پر ہے عرش اس کا اور زمین پر ہے بادشاہت اس کی اور جنّت میں ہے رحمت اس کی اور دوزخ میں ہے عذاب اس کا۔ حضورؐ نے فرمایا، مَیں کون ہوں؟ کہا آپ رسول ربّ العالمین اور خاتم النّبیّین ہیں۔ تحقیق فلاح پائی جس نے آپؐ کی تصدیق کی اور گمراہ ہوا جس نے تکذیب کی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

بقیہ: اسلام میں تصورِ ملکیت

میں جو جتنی محنت کر سکتا ہے اتنی محنت اس سے لی جائے اور اس کے عوض اسے ضروریاتِ زندگی بہم پہنچائی جائیں۔ جو محنت کرنے کے قابل نہیں ان کی ضرورتیں "انفاقِ عفو" سے پوری کی جائیں۔ معذور تو بعض اوقات غیر معذور سے بھی زیادہ توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں بیوی شیرخوار اور چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں۔ بوڑھے والدین بھی ہوتے ہیں اور معذور مریض بھی۔ ان میں ہر فرد محنت کرنے اور کمانے کے قابل نہیں ہوتا، لیکن ہم ان سب کے لیے ایثار کرتے ہیں اور ہر فرد کی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھتے ہیں۔ اسی دائرے کو پورے معاشرے میں پھیلا دیجئے تو اسلام کا معاشرتی و معاشی مقصد پورا ہو جائے گا اور ایمان و اخلاق کا وہ تقاضا بھی تکمیل پذیر ہو جائے گا جو بے شمار مشرکانہ غلامیوں سے رہائی دلا کر سچی آزادی سے ہمکنار کر دے گا۔

بقیہ: مجلس ذکر

کی تعلیم کی حدیث کے لئے حرمین شریف طلب فرمایا۔ پھر خواب میں حکم دیا کہ جاؤ اسلام کو پھیلاؤ اور تمام فرسودہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو اور قرآن کے حکم کو نافذ کرو۔ ۱۷۳۰ء میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ہندوستان میں اسلام کے نفاذ اور جہاد کی بنیاد رکھی جس کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں۔

سید احمد شہیدؒ، سلطان ٹیپو شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ انگریزوں کے بدترین دشمن اور اسلام کے سچے خیر خواہ تھے۔ ان کے لئے کفر کی بالا دستی مان کر زندگی گزارنا بہت مشکل تھا۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ کا فرمان ہے کہ مَیں غلامی کے سو سال سے شہادت کی ایک دن کی زندگی پر فخر کروں گا۔

اللہ تعالےٰ اُن شہدائے اسلام کی قبروں پر نور کی بارش نازل فرمائے جنہوں نے ان سے غداری کی ان کو سزا دے اور ہم سب کو ان شہداء کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ آپ سب کو ایمان، صحت، تندرستی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے، نماز کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے، تمام دعاؤں کو قبول فرمائے، کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دے، سب کو جھولیاں بھر کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ سودی کاروبار سے نجات عطا فرمائے اور رزقِ حلال وافر عطا فرمائے۔ آمین!

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ: اداریہ

ہیں کہ اسلاف کی منہاج پر وہ قرآن کی ڈھیروں خدمت کریں۔ باقی حضرات سے کچھ کہنا بے سود ہے اس لئے کہ کچھ پیدا ہی ان مقاصد کے لئے ہوئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جنہیں بخت و اتفاق وہاں لے گیا وہ کیوں لوٹیں؟ پر وہ دن کیسا ہو گا جب یار لوگ کہتے ہوں گے:۔

"جو تیری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا"

۱۳ مئی ۱۹۸۲ء

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

طِبّی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

دردِ سر، ناطاقتی، پنڈلیوں کا درد

س : مجھے کافی عرصہ سے سر کی کمزوری، سردی میں گرم مفلر رات دن کس کر باندھنے سے تسکین رہتی ہے۔ اگر کھُل کر ٹھنڈی ہوا لگ جائے تو سر کا درد ہو جاتا ہے۔ موسم گرما میں سخت دھوپ میں چلنے پھرنے سے سر کو دھوپ لگ جائے تو سر کا درد اور کبھی کبھی خشکی کی وجہ سے کان بھی بند ہو جاتے ہیں۔ معمولی قبض، بدنی ناطاقتی اور پنڈلیوں میں سخت درد رہتا ہے۔ عمر ۵۵ سال، مزاج گرم۔ افاقہ، لیکن بیماری بدستور —— براہ مہربانی کوئی آسان سے نسخہ جات تجویز فرمائے جائیں۔

عبدالرحمٰن، بستی جید آباد
تحصیل خانپور، ضلع رحیم یارخاں

ج ۱ : مناسب یہی ہے کہ آپ موسم سرما میں مفلر لپیٹ کر رہیں اور موسم گرما میں سخت دھوپ میں ننگے سر چلنے پھرنے سے پرہیز رکھیں۔ موسم کے مطابق عمدہ غذائیں استعمال کریں اور بطور دوائی موسم سرما میں جوارش فرحت اور موسم گرما میں سفوف فرحت صبح و شام استعمال فرما لیا کریں۔

جوارش فرحت اور سفوف فرحت کے نسخے متعدد بار خدام الدین میں شائع ہو چکے ہیں۔ منگوانا چاہیں تو جوارش فرحت ۵ تولہ /۵۰ روپے اور سفوف فرحت ۵ تولہ /۴ روپے ہے۔ بادام، دودھ، مکھن، گھی کھایا کریں۔

دمہ اور کھانسی

س : میرا لڑکا بعمر ۲۴ سال مزاج گرم کو دمہ اور کھانسی کی دیرینہ شکایت ہے۔ ہلکی کھانسی اور دم گھٹنے سے کبھی کبھی بے چینی، بے خوابی، لیٹنا محال، سینہ پر بوجھ دھوئیں اور گرد و غبار سے اضافہ، کسی وقت بلغم کا اخراج، کمزور اور پیلی رنگت، علاج سے قدرے

ج ۲ : بچے کو یہ مفت کی دوائی بنا کر دیں :۔

۱۔ سفوف ہلدی خالص ۷ ½ تولہ، شیر مدار تازہ ۶ ماشہ، دونوں کو پندرہ منٹ تک کھرل کر کے یکجان کر لیں، دوائی تیار ہے روزانہ نصف رتی کی تین خوراکیں نیم گرم پانی سے دیں صبح و شام بکری کا دودھ نیم گرم پلائیں۔

۲۔ ملٹھی کے چھلکے اتار لیں۔ اب ملٹھی کو کوٹ پیس کر باریک کریں۔ اس میں ہموزن چینی اور چوتھائی وزن گوند کیکر باریک کر کے ملا لیں روزانہ رات سوتے وقت ایک تولہ یہ سفوف تازہ پان کے ساتھ کھلایا کریں۔ بادی، ثقیل اور بیس دار چیزوں سے پرہیز کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

بناتِ اسلام

حضرت ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ علیہا

وہ بات بات میں قرآن وحدیث کے حوالے دیا کرتیں

محمد اسحٰق بھٹی

افکار و خیالات کی پاکیزگی اور نظریات و تصورات کی صفائی کے اعتبار سے حضرت ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا خاص شہرت کی مالک تھیں یہ خاندان قریش سے تعلق رکھتی تھیں اور نہایت نیک خاتون تھیں

عادات و اطوار

عادات و اطوار کے باب میں سب سے فائق تھیں حرص و طمع سے سخت نفرت کرتی تھیں اور دل و دماغ میں زہد و اتقاء کا خوبصورت گلستان سجا رکھا تھا صفوۃ الصفوہ اور لواقع الانوار میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ طبیعت میں شرم و حیا کا جذبہ غالب تھا۔ اور لوگوں سے بہت کم لگاؤ رکھتی تھیں۔ زبان کی بہت نرم تھیں۔ ہر معاملہ میں متوازن اور معتدل تھیں۔ قرآن پر اتنا استحضار اور حدیثِ رسولؐ پر اس درجہ عبور حاصل تھا، کہ بات بات میں قرآن و حدیث کے حوالے دیتیں اور نپے تلے انداز میں مخاطب سے بات کرتیں۔

دورِ طفولیت اور شوقِ علم

طفولیت کا زمانہ اپنے والد محترم اور اپنے ماموں کی نگرانی اور تربیت میں گذرا یہ دونوں بزرگ اس دور کے علماء و فضلاء میں سے تھے۔ پہلے قرآن مجید پڑھا اس کے بعد تفسیر قرآن پر عبور حاصل کیا۔ باقی علوم کی تحصیل بھی باقاعدہ کی۔ شعر و شاعری سے بھی شغف تھا کہ اس دور کی عرب خواتین اس موضوع کو خصوصیت سے مرکزِ توجہ ٹھہراتی تھیں۔ انساب سے گہرا لگاؤ تھا اور اس باب میں ان کے والد اور ماموں ہی ان کے نگران و معلم تھے اور انہی کے التفاتِ خصوصی سے علوم گوناگوں کے حصول کی یہ منزلیں طے کیں۔ بچپن میں کھیل کود اور دوسری چیزوں سے کوئی تعلق نہ تھا صرف تعلیم ہی ان کا اصل مرکز تھا اور کتابوں کی رفاقت میں شب و روز بسر ہوتے تھے پڑھنے میں اس درجہ منہمک رہتیں کہ بسا اوقات والدہ کو کتابوں کے ڈھیر ان کے سامنے سے اٹھانے پڑتے اور اتنی شدید محنت سے منع کرنا پڑتا مگر وہ پھر بے قابو ہو کر کتابوں کی طرف دوڑتیں اور والد سے ماں کی شکایت کرتیں۔

تلامذہ اور اساتذہ

ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ والد اور ماموں کے علاوہ بحرین اور گرد و نواح کے دیگر علماء سے بھی کسبِ فیض کیا لیکن کن کن علماء سے کیا اس کی تفصیلات نہیں مل سکتیں۔ پھر رجال و تراجم کی کتابوں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ بے شمار لوگوں نے خود حضرتِ ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ علیہا سے تحصیل کی اور دور دراز کا سفر کر کے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور اس زمانہ کی بعض اہم شخصیتوں نے اخذِ علم کے لئے ان کے بابِ عالی پر دستک دی —— مگر افسوس ہے تفصیلات ان کے ناموں کی بھی نہیں مل سکیں۔

طریق تعلیم

ان کا طریق تعلیم یہ تھا کہ سب سے پہلے طالب علم کی قابلیت کا اندازہ کرتیں اور اس بات کا جائزہ لیتیں کہ کس طالب علم کو کس مضمون سے دلچسپی ہے اور اس کی ذہنی و فکری سطح کس نوعیت کی ہے۔ پھر اس کے مطابق اس کی تعلیم کا انتظام کرتیں۔ اگر کسی کو تاریخ و رجال سے لگاؤ ہوتا تو اس طرف لگا دیتیں۔ اگر قرآن اور اس کے متعلقات سے رغبت ہوتی تو اس مضمون پر اس کو کتابیں مہیا فرمائیں، اگر میلانِ طبعی انساب اور شعر کی طرف دیکھتیں تو اس انداز سے اس کو تکمیل کے مراحل طے کرائیں۔ اگر یہ محسوس کرتیں کہ طالب علم کو حصولِ حدیث کا شوق دامن گیر ہے تو اس کو ذخیرۂ احادیث سے روشناس کرائیں۔ کسی کی طبیعت اور رجحان کے خلاف کوئی موضوع ٹھونسنے کی وہ قائل نہ تھیں۔

ان کا یہ طریق تعلیم ایسا فطری اور صحت مندانہ تھا کہ ہر شخص اس کی داد دیتا اور اپنے علم کے قافلے کو اسی نہج پر آگے بڑھانے کی کوشش کرتا۔ اس طریق تعلیم پر وہ سختی سے پابند تھیں اور سب اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

طالب علم کی ضروریات

طالب علم کی ضروریات کا بھی پورا خیال رکھتیں ان کے اکل و شرب کی کفالت بھی کرتیں، ان کے لباس کا بھی انتظام کرتیں، اور کتابیں بھی خود ہی مہیا فرماتیں۔ پھر ان کو زہد و انتقاء کی راہ پر بھی لگاتیں اور تلقین کرتیں کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا جائے اور اپنی ضروریات کے لئے دوسرے کے دست نگر ہونے سے حتی الامکان بچنے کی سعی کی جائے۔

اقوال

ان کے اقوال بڑے حکیمانہ ہیں۔ فرماتی ہیں:-

جس شخص نے خواہشات کا دامن پھیلا لیا اس نے اعمال کو ضائع کر لیا۔

اگر دینی اعمال کو مطمح نظر ٹھہرایا جائے اور تمناؤں کی چادر کو وسیع کر دیا جائے تو اخلاق و کردار کا پلڑا خالی ہو جاتا ہے۔

مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ آخرت کے اہتمام پر زیادہ غور کرے۔ اگر زاہد کی آنکھیں یہ دیکھ پائیں کہ متاعِ دنیا سے اعراض کرنے والوں کے لئے اللہ نے کیا کیا بوقلموں نعمتیں تیار کر رکھی ہیں تو وہ لازماً زندگی پر موت کو ترجیح دیں۔

وہ اکثر فرمایا کرتیں:-

پاؤں کی جو حرکت میرے پردہ سماع سے ٹکراتی ہے اور جتنے قدم بھی زمین پر چلتی ہوں وہ یقیناً مجھے موت کی وادی کی طرف بڑھا رہے ہیں۔

بہرحال حضرت ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ علیہا ہر اعتبار سے بلند مرتبہ کی حامل تھیں اور ان کے عمل و کردار کا دامن بڑا وسیع تھا۔ ان کی تربیت نہایت اچھے ماحول میں ہوئی۔ جس کے آثار ان کی زندگی کے ہر قدم پر نمایاں نظر آتے ہیں۔

بقیہ : تعارف وتبصرہ

کی کتابت و طباعت خوب ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب ایک مخلص داعی تھے۔ بدعات کے کٹر دشمن۔ اس وجہ سے کہیں کہیں مزاج میں سختی بھی آ گئی لیکن بہ حیثیت مجموعی ان کی شخصیت کا اعتراف نہ کرنا زیادتی ہے۔ ان کی دعوتِ دینی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ فاروقی صاحب نے اسی شخصیت کا اپنے سدا بہار قلم سے بھرپور تعارف کرایا ہے اور بعض معاصر شخصیات اور تحریکات پر بھی قلم اٹھایا ہے جس میں جناب احمد رضا بریلوی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ کتاب کے مطالعہ میں

رطور، ماتو، سامنے آتی گو

۱۵/- روپے ہے یہ کتاب اشاعت المعارف ریگل روڈ فیصل آباد سے دستیاب ہے۔ ہم اس کے مطالعہ کی [illegible]

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

قرآن وسنت کی مقدس دعائیں

۲- نماز مترجم

مولانا ابو عامر محمد اسحٰق خان مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان اور جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے فیض یافتہ ہیں۔ آج کل اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات اور اسلامی نظریاتی کونسل آزاد جموں وکشمیر کے رکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس صالح نوجوان کو علم کی گہرائی، سوچ کا ملکہ اور لکھنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ یہ چاہے تو اپنی صلاحیتوں کا رخ موڑ کر ڈھیروں دنیا کما سکتا ہے۔ لیکن اس نے اپنے گرامی مرتبت اساتذہ کے فیض تربیت سے اخلاص و سعادت مندی کا جو سرمایہ حاصل کیا اس کے پیش نظر وہ اللہ کے دین کا سپاہی، محمد کریم علیہ السلام کے پیغام کا مبلغ و مناد اور امت مسلمہ کا مخلص ہمدرد و بہی خواہ بنا ہوا ہے۔ "تحفہ علم و حکمت" نامی ضخیم کتاب اس کے قلم کا شاہکار ہے۔ ان صفحات میں اس پر تبصرہ ہو چکا۔ کہ کس طرح احادیث نبویہ کے ضمن میں اس بندۂ خدا نے تمام ضروریاتِ دین کو سمیٹ کر واقعی اس کتاب کو تحفۂ علم و حکمت بنا دیا ہے۔

اب دو کتابیں ہمارے سامنے ہیں ۲۲×۱۸ کے ۳۳۰ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت ترین کتاب ان دعاؤں کا مجموعہ ہے جو خالق کائنات نے اپنے بندوں کو سکھلائیں اور محمد عربی علیہ السلام کے لب ہائے شیریں سے نکلیں۔ ان ادعیہ کے الفاظ کی بندش و ترکیب تو انسانی تبصروں کی محتاج نہیں کہ بعض خالق اکبر کا کلام ہیں تو بعض محمد عربی جیسے افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے نطق شیریں سے نکلے ہوئے آبدار موتی ہیں۔ ایسے موتی جن کی چمک کبھی ماند ہونے والی نہیں مولانا المحترم نے مضطرب اور پریشان دلوں کے لئے اس نسخہ شافی کو جس سلیقہ، محنت اور کاوش سے ترتیب دیا یہ انہی کا حصہ ہے ——— ہر دعا کا پورا حوالہ، دل کو لبھانے والا ترجمہ، بقدرِ ضرورت تشریح اور ہر وہ بات آپ کو ملے گی جس کی اس موضوع کی کتاب میں ضرورت ہے ——— سچی بات یہ ہے کہ ایسا حسین گلدستہ بہت کم دیکھا ——— مرتب و مترجم کے لئے بے ساختہ دل سے دعائیں نکلیں۔ اس کتاب کو اپنی لائبریری کے حصہ خصوصی میں جو ہر وقت میرے پیش نظر رہتا ہے۔ شامل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ امت کو اس سے استفادہ کی توفیق دے۔

"نماز مترجم" کی ترتیب بھی اسی ہونہار عالم کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں نماز کی اہمیت تو اظہر من الشمس ہے۔ الفاظ کے ساتھ ترجمہ و مطالب سامنے ہوں تو پھر دل میں جو جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مولانا المحترم نے نہ صرف نماز کا شگفتہ ترجمہ کیا، بلکہ اس سلسلہ کے ضروری مسائل، اہم ترین مسنون دعائیں بھی شامل کر دی ہیں تاکہ فرصت لمحات کا عذر لنگ پیش کرنے والے حضرات کا بہانہ ٹل جائے اور انہیں مختصر وقت میں جملہ ضروری باتیں پتہ چل جائیں۔ آخر میں مختصر چہل احادیث ترجمہ و ضروری تشریح کے

ساتھ شامل ہیں تاکہ چھوٹے بچے بھی انہیں یاد کر کے اپنے مستقبل کی تعمیر کا سامان فراہم کر سکیں۔

مقدس دعاؤں کا ھدیہ ۲۵ روپے اور نماز مترجم کا ہدیہ ۱۰ روپے ہے۔ کتابوں کی معنویت کے ساتھ حسن ظاہر کا جو اہتمام ہے اس کے پیش نظر قیمت مناسب ہے۔ خریدنے کے لئے ادارہ نشر و اشاعت دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر سے رابطہ کریں۔

حدِ رجم

گذشتہ دنوں رجم کے سلسلہ میں ایک عدالتی فیصلہ پر زبردست ہنگامہ ہوا تو حکومت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے نظرثانی کا دھندا شروع کر دیا ــــ وہاں تو جو ہوگا سو ہوگا علمی طور پر بڑا اہم مواد سامنے آگیا، جن میں سے ایک یہ کتاب بھی ہے جو جناب محمد رفیق چودھری کے قلم سے ہے اور مکہ بکس ۵ بخشی انسٹریٹ بیرون موری دروازہ لاہور سے بقیمت ۲۰/- روپے دستیاب ہے۔ فاضل صاحب کتاب نے ۱۱ ابواب میں کتاب کو تقسیم کیا ہے پہلے باب میں اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ ہے۔ دوسرے میں زنا کی شناعت، تیسرے میں زنا کا قرآنی حکم، چوتھے میں سنت اور سزائے رجم۔ پانچویں میں فقہائے اسلام اور رجم، چھٹے میں بعض تاریخی شواہد بیان کیے گئے ہیں ساتویں باب میں قرآن اور رسولؐ کے باہمی تعلق پر گفتگو ہے اس لئے یہ بڑا اہم باب ہے۔ اسی طرح آٹھواں باب "تبیین قرآن" کے سلسلہ میں رسولؐ کی حیثیت و مقام پر فاضلانہ گفتگو کے بعد نویں باب میں حد رجم کے اثبات پر کلام کیا گیا ہے اور دسویں باب میں اس سزا پر اعتراضات کے جواب ہیں تو گیارھواں باب رجم کی سزا کے خلاف رائے رکھنے والے طبقہ کے ایک بڑے وکیل مولانا امین احسن اصلاحی کے افکار پر علمی انداز میں تنقید ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے کتاب کی ترتیب میں بڑی محنت سے کام لیا ہے اور فاضل محقق مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب نے تقریظ لکھ کر کتاب پر مہر تصدیق کر دی ہے ــــ ہمارے خیال میں یہ وقت کی بڑی اہم ضرورت تھی اور ہمیں امید ہے کہ اہل علم اس کی قدر کریں گے اور اولین فرصت میں حاصل کریں گے تاکہ انہیں دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

عقیدہ ظہور مہدی

جناب مہدی کے ظہور کے سلسلہ میں جامعہ فاروقیہ کراچی کے مفتی و استاذِ حدیث مولانا نظام الدین کا یہ مبسوط مقالہ قریب قریب ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ گذشتہ دنوں اس ظہور کے سلسلہ میں بعض اخباری مضامین پر موصوف نے نقد و جرح کی ہے اور بتلایا ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ جناب مہدی تشریف لائیں گے ــ علمی نوعیت کے مسائل پر علمی انداز کی گفتگو میں کوئی حرج نہیں اور بہر طور مؤلف نے شائستگی کا اہتمام کیا ہے۔ اہل علم کے لئے ایک اچھی کتاب ہے کہ سوچنے سمجھنے کے لئے مزید راہیں وا ہوں گی ــ جناب محمد یاسین ۸۵۹ ۲ بلاک ایچ تنہائی ناظم آباد کراچی سے دستیاب ہے۔ قیمت درج نہیں۔

محمد بن عبدالوہاب

ہمارے عزیز دوست جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی بڑے متحرک، فعال اور انتھک آدمی ہیں۔ لکھنا پڑھنا ان کی طبیعت ثانیہ ہے۔ "فیصل ایک روشن ستارہ" کے عنوان سے ان کی ضخیم کتاب عنقریب آنے والی ہے۔ اس کا چھٹا باب حکومت سعودیہ کے مذہبی پیشوا شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات پر مشتمل الگ سے چھپوا دیا گیا ہے۔ کتاب

(باقی ۲۸ پر)

ترجمہ : ــــــــــــــــ زاہد الراشدی

بعض حکماء کا کہنا ہے کہ جس نے اپنی عقل کے ساتھ بچنا چاہا وہ گمراہ ہو جائے گا اور جس نے اپنے مال کے ساتھ غنی ہونا چاہا وہ کمی کا شکار ہوگا اور جس نے مخلوق کے ساتھ عزت حاصل کرنا چاہی وہ ذلیل ہوگا۔

بعض حکماء سے منقول ہے کہ معرفت کا ثمرہ تین خصلتیں ہیں ۱۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء (۲) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت اور (۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت اساس ہے معرفت کی اور پاکدامنی اساس ہے یقین کی اور یقین کی جڑ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جانا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور ان چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں کو دوست رکھتا ہے وہ یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اسے نہ پہچانیں۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ محبت کی صداقت تین خصلتوں میں ہے (۱) یہ کہ اپنے محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دے۔ (۲) محبوب کی مجلس کو دوسروں کی مجلس سے ترجیح دے اور (۳) محبوب کی رضا کو دوسروں کی رضا سے ترجیح دے۔

وھب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حریص آدمی محتاج ہے اگرچہ دنیا کا مالک ہو جائے اور فرمانبردار شخص پیروی کیا جانے والا ہے۔ اگرچہ غلام ہو اور قناعت کرنے والا غنی ہے اگرچہ بھوکا ہو۔

بعض حکماء سے منقول ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کے لئے مخلوق کے ساتھ لذت نہیں ہے اور جس نے دنیا کو پہچان لیا اس کے لئے دنیا میں کوئی کشش نہیں ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے عدل کو پہچان لیا اس کی طرف داد خواہ آگے نہیں بڑھیں گے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر ڈرنے والا بھاگنے والا ہوتا ہے اور ہر رغبت رکھنے والا طالب ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانوس ہونے والا ہر شخص اپنے نفس سے وحشت محسوس کرتا ہے اور فرمایا عارف باللہ اسیر ہوتا ہے اور دل اس کا بصیرت والا ہوتا ہے اور اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کثرت کے ساتھ ہوتا ہے اور فرمایا عارف باللہ وفا شعار ہوتا ہے اور دل اس کا روشن ہوتا ہے اور اور عمل اس کا اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتا ہے۔

ابن سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں ہر خیر کی اصل اللہ تعالیٰ سے خوف ہے خوف ہے اور دنیا کی چابی پیٹ بھرنا ہے اور آخرت کی چابی بھوک ہے۔

ٹیلی فون نمبر ۶۴۹۸۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۴۰۶

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱۹ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۸۱-۲۳۷ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۶/۲۰۷۹۷-D-D-A ۲۴ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو ۰۲/۶/۴۰/۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۹۶۷ء

حسب روایت ولی اللّٰہی طریق پر

دورۂ تفسیر قرآن

اساتذہ کرام

- شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی
- مناظرِ اسلام حضرت مولانا علامہ عبد الستار صاحب تونسوی
- پروفیسر علامہ نور الحسن خاں صاحب
- حضرت مولانا عبد الرحیم اشعر صاحب
- حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم

انٹرویوز! ۲۱ ر اور ۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ کو صبح دس بجے مدرسہ قاسم العلوم کی شاہ ولی اللہ لائبریری میں علامہ نور الحسن خاں اور مولانا محمد اجمل قادری لیں گے۔

ناظم انجمن خدام الدین لاہور : فون : ۶۴۹۸۴